آبِ حیات

(پیرِ کامل ص-2)

عمیرہ احمد

www.urdunovelspdf.com

1,2

پیرِ کامل سے آبِ حیات تک...

"آبِ حیات" پیرِ کامل کا دوسرا حصہ ہے۔ وہ حصہ جسے میں 2004ء میں اپنی گوناگوں مصروفیات کے باعث لکھ نہیں پائی تھی اور جسے میں نے کچھ سال بعد لکھنے کا فیصلہ اس لیے بھی کیا تھا کیونکہ میں چاہتی تھی پیرِ کامل کی کامیابی کی گرد اور بازگشت دونوں تھم جائیں اور میں تب اس کہانی کا اگلا حصہ کسی نفسیاتی دباؤ کے بغیر لکھوں۔۔۔

سالار سکندر اور امامہ ہاشم کی زندگی کا پہلا حصہ آپ نے دس سال پہلے پڑھ لیا۔ ان کی زندگی کا دوسرا حصہ آپ اس ناول میں پڑھ سکیں گے۔ پیرِ کامل اور آبِ حیات ایک ہی تحریر کی دو کڑیاں ہیں اور یہ وہ تحریر ہے' جسے میں نے داد و تحسین کے لیے نہ 2003ء میں لکھا تھا نہ ہی آج اس کی تمنا ہے۔ خواہش صرف اتنی تھی کہ کاغذ پر بے مقصد الفاظ کا ڈھیر لگاتے لگاتے کچھ ایسے لفظ بھی لکھوں' جس سے کوئی گمراہی کے راستے پر جاتے جاتے رک جائے۔۔۔ نہ بھی رکے تو سوچ میں ضرور پڑے۔ خواہش کوشش آج بھی بس اتنی ہی ہے۔

پیرِ کامل کا دوسرا حصہ لکھنا کیوں ضروری تھا؟

اسے لکھنے کے مقاصد کیا ہیں؟

ان دو سوالوں کا جواب آپ کو "آبِ حیات" ہی دے سکتا ہے۔ اس ناول کو میں نے 2010ء میں مکمل کر لیا تھا لیکن اس کے بعد یہ کئی بار نظرثانی کے مراحل سے گزرا۔ ابھی آپ کے ہاتھوں تک پہنچتے ہوئے یہ ایک بار پھر میرے قلم کی قطع و برید کا شکار ہوگا۔ کوشش ہے' جوابات آپ تک پہنچے وہ غیر مبہم' سادہ اور آسان ہو۔

اس ناول کا تعارفی حصہ "تاش" آپ اس ماہ پڑھ سکیں گے۔ آبِ حیات کی کہانی تاش کے ان 13 شفلڈ (Shuffled) پتوں میں بٹی ہے یا چھپی ہے؟

کون سا پتا عروج ہے؟ کون سا زوال؟

کس پتے کو پہلے آنا چاہیے؟ کس کو بعد میں۔۔۔ اور کون سا پتا ترپ کا پتا ہے۔۔۔؟ جس کے مل جانے پر ہر بازی کا فیصلہ ہو جاتا ہے۔

ان سب سوالوں کا جواب بھی آپ کو "آبِ حیات" پڑھ کر ہی مل پائے گا۔

لفظ "آبِ حیات" جن چھ حروف سے مل کر بنتا ہے۔ ان میں سے ہر حرف انسانی زندگی کی ایک بنیادی اسٹیج کو بیان کرتا ہے۔

آ : آدم و حوا

ب : بیت العنکبوت

ح : حاصل و محصول

ی : یا مجیب السائلین

ا : ابداً ابدا

ت : تبارک الذی

یہ چھ لفظ پوری انسانی زندگی کا خلاصہ کرتے ہیں۔

سالار اور امامہ آب حیات میں وہی سفر طے کرتے ہیں جو ہم سب کی زندگی کا سفر ہے۔

آدم و حوا کا ایک دوسرے کی محبت میں گرفتار ہو کر زندگی بھر کا ساتھی بن جانا۔۔۔۔

دنیا میں اس جنت جیسا گھر بنانے کی خواہش اور سعی میں جت جانا جہاں سے وہ دونوں نکالے گئے تھے۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ ان کا گھر بیت العنکبوت (مکڑی کا جالا) جیسی ناپائیداری رکھتا ہے۔ جو بننے میں عرصہ لیتا ہے ٹوٹنے میں لمحے۔

اور پھر حاصل و محصول کا چکر۔ کیا کھویا کیا پایا؟ کیا پانے کے لیے کیا کیا کھویا؟ کامیابی، خواب، خواہشات، تمنّاؤں کا ایک گرداب جو زندگی کو گھن چکر بنا دیتا ہے۔

اور پھر اس کے بعد اگلا مرحلہ جہاں آزمائشیں ہوتی ہیں۔۔۔ اتنی اور ایسی ایسی آزمائشیں کہ بس اللہ یاد آتا ہے، اور وہی کام آتا ہے کیونکہ وہ مجیب السائلین ہے۔

اور پھر وہ مرحلہ جب انسان اپنی اگلی نسل کے ذریعے اپنے عروج کا دوام چاہتا ہے اور اسے احساس ہوتا ہے کہ اس زندگی کو زوال ہے۔ صرف ابدی زندگی ہے جو لافانی ہے۔۔۔۔

اور پھر وہ جو زندگی کے ان سارے مرحلوں میں سے نکل آتے ہیں۔ مومن بن کے انسانی پستیوں سے نکل کے۔۔ ان کے لیے تبارک الذی۔۔۔ اللہ کی ذات جو تمام خوبیوں کی مالک ہے۔ بزرگ و برتر ہے اور اپنے بندوں کو سب کچھ عطا کرنے پر قادر ہے۔۔۔ جس کی محبت "آب حیات" ہے۔ جو انسان کو ابدی جنتوں میں لے جاتا ہے۔۔۔ دنیا ختم ہوتی ہے، زندگی نہیں۔

چند الفاظ آپ سب کے لیے

آپ سے ملنے والی عزت اور محبت وہ بیج ہے۔ جس سے میری ہر تحریر پھوٹتی ہے۔۔۔ آپ سب کا بہت شکریہ۔

میں آپ کی داد و ستائش کا بدلہ نہ پہلے دے سکی۔ نہ اب دے سکتی ہوں۔

اور آخر میں ادارے کا اور خاص طور پر امتل کا شکریہ جن کی کوششوں سے اس ناول کی اشاعت خواتین ڈائجسٹ میں سات سال کے بعد ممکن ہو رہی ہے۔

عمیرہ احمد

www.facebook.com/urdunovelspdf

عمیرہ احمد

آبِ حیات

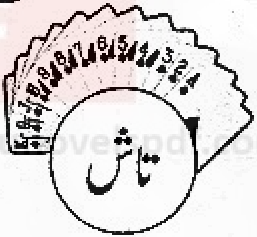

PDF www.urdunovelspdf.com

2

اس نے دور سے سالار کو اپنی طرف آتے دیکھا۔ اس کے ہاتھ میں سوفٹ ڈرنک کا ایک گلاس تھا۔

"تم یہاں کیوں آ کر بیٹھ گئیں؟" امامہ کے قریب آتے ہوئے اس نے دور سے کہا۔

"ایسے ہی۔ شال لینے آئی تھی... پھر یہیں بیٹھ گئی۔" وہ مسکرائی۔ اس کے قریب بیٹھتے ہوئے سالار نے

سوفٹ ڈرنک کا گلاس اپنی ٹانگوں کے درمیان نچلی سیڑھی پر رکھ دیا۔ امامہ لکڑی کے ستون سے ٹیک لگائے ایک گھٹنے پر کھانے کی پلیٹ ٹکائے کھاتے ہوئے دوران میں ایک کینوپی کے نیچے اسٹیج پر بیٹھے گلوکار کو دیکھ رہی تھی جو نئی غزل شروع کرنے سے پہلے سازندوں کو ہدایات دے رہا تھا۔ سالار نے کانٹا اٹھا کر اس کی پلیٹ سے کباب کا ایک ٹکڑا اپنے منہ میں ڈالا۔ وہ بھی اب گلوکار کی طرف متوجہ تھا جو اپنی نئی غزل شروع کر چکا تھا۔

"انجوائے کر رہی ہو؟" سالار نے اس سے پوچھا۔

"ہاں۔" اس نے مسکرا کر کہا وہ غزل سن رہی تھی۔

کسی کی آنکھ پرنم ہے، محبت ہو گئی ہوگی
زبان پہ قصۂ غم ہے، محبت ہو گئی ہوگی

وہ بھی غزل سننے لگا تھا۔

کبھی ہنسنا کبھی رونا، کبھی ہنس ہنس کر رو دینا
عجب دل کا یہ عالم ہے، محبت ہو گئی ہوگی

"اچھا گا رہا ہے۔" امامہ نے ستائشی انداز میں کہا۔ سالار نے کچھ کہنے کے بجائے سر ہلا دیا۔

www.urdunovelspdf.com
www.facebook.com/urdunovelspdf

خوشی کا حد سے بڑھ جانا بھی' اب اک بے قراری ہے
نہ غم ہونا بھی اک غم ہے' محبت ہو گئی ہو گی

سالار سوفٹ ڈرنک پیتے پیتے ہنس پڑا۔ امامہ نے اس کا چہرہ دیکھا۔ وہ جیسے کہیں اور پہنچا ہوا تھا۔

"تمہیں کچھ دینا چاہ رہا تھا میں......" وہ جیکٹ کی جیب میں سے کچھ ڈھونڈ کر نکالنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"بہت دنوں سے دینا چاہتا تھا لیکن......" وہ بات کرتے کرتے رک گیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک ڈبیا تھی۔ امامہ کے چہرے پر بے اختیار مسکراہٹ آئی۔ "اچھا تو اسے خیال آ گیا۔" اس نے ڈبیا لیتے ہوئے سوچا اور اسے کھولا۔

وہ ساکت رہ گئی۔ اندر ایئر رنگز تھے...... ان ایئر رنگز سے "تقریباً" ملتے جلتے۔ جو وہ اکثر اپنے کانوں میں پہنے رہتی تھی۔ اس نے نظریں اٹھا کر سالار کو دیکھا۔

"میں جانتا ہوں یہ اتنے ویلیو ایبل تو نہیں ہوں گے جتنے تمہارے فادر کے...... لیکن مجھے اچھا لگے گا اگر کبھی کبھار تم انہیں پہنو۔" ان ایئر رنگز کو دیکھتے ہوئے اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

"تم نہیں پہننا چاہتیں تو بھی ٹھیک ہے...... میں ریپلیس کرنے کے لیے نہیں دے رہا ہوں۔" سالار نے اس کی آنکھوں میں نمودار ہوتی نمی دیکھ کر بے ساختہ کہا۔ وہ نہیں جانتا تھا...... بہت ساری چیزیں پہلے ہی اپنی جگہ بدل چکی ہیں...... اور اپنی جگہ بنا چکی ہیں۔ اس کی خواہش اور ارادے کے نہ ہونے کے باوجود۔

کچھ کہنے کے بجائے امامہ نے اپنے دائیں کان میں لٹکتا ہوا جھمکا اتارا۔

"میں پہنا سکتا ہوں؟" سالار نے ایک ایئر رنگ نکالتے ہوئے پوچھا۔ امامہ نے سر ہلا دیا۔ سالار نے باری باری اس کے دونوں کانوں میں وہ ایئر رنگ پہنا دیے۔

وہ نم آنکھوں کے ساتھ مسکرائی۔ وہ بہت دیر تک کچھ کہے بغیر مبہوت اسے دیکھتا رہا۔

"اچھی لگ رہی ہو۔" وہ اس کے کانوں میں لٹکتے ہلکورے کھاتے موتی کو چھوتے ہوئے مدھم آواز میں بولا۔

"تمہیں کوئی مجھ سے زیادہ محبت نہیں کر سکتا...... مجھ سے زیادہ خیال نہیں رکھ سکتا تمہارا...... میرے پاس ایک واحد قیمتی چیز تم ہو۔" اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے وہ اس سے کہہ رہا تھا...... وعدہ کر رہا تھا...... یاد دہانی کرا رہا تھا...... یا کچھ جتا رہا تھا...... وہ جھک کر اب اس کی گردن چوم رہا تھا۔

"مجھے نواز گیا ہے۔" سیدھا ہوتے ہوئے اس نے سرشاری سے کہا۔

"رومانس ہو رہا ہے؟" اپنے عقب میں آنے والی کامران کی آواز پر وہ دونوں ٹھٹکے تھے۔ وہ شاید شارٹ کٹ کی وجہ سے برآمدے کے اس دروازے سے نکلا تھا۔

"کوشش کر رہے ہیں۔" سالار نے پلٹے بغیر کہا۔

"گڈ لک۔" وہ کہتے ہوئے ان کے پاس سے سیڑھیاں اترتا ہوا انہیں دیکھے بغیر چلا گیا۔ امامہ کی رکی ہوئی سانس بحال ہوئی۔ وہ جھینپ گئی تھی سالار اور اس کی فیملی کم از کم ان معاملات میں بے حد آزاد خیال تھے۔

کسی کو سامنے پا کر' کسی کے سرخ ہونٹوں پر
انوکھا سا تبسم ہے' محبت ہو گئی ہو گی

امامہ کو لگا وہ زیر لب گلوکار کے ساتھ گنگنا رہا ہے۔

جہاں ویران راہیں تھیں' جہاں حیران آنکھیں تھیں
وہاں پھولوں کا موسم ہے' محبت ہو گئی ہو گی

لکڑی کی ان سیڑھیوں پر ایک دوسرے کے قریب بیٹھے وہ خاموشی کو توڑتی آس پاس کے پہاڑوں میں گونج کی طرح پھیلتی گلوکار کی سریلی آواز کو سن رہے تھے۔ زندگی کے وہ لمحے یادوں کا حصہ بن رہے تھے۔ دوبارہ نہ آنے کے لیے گزر رہے تھے۔

ان کے اپارٹمنٹ کی دیوار پر لگنے والی ان دونوں کی پہلی اکٹھی تصویر اس فارم ہاؤس کی سیڑھیوں ہی کی تھی۔ سرخ لباس میں گولڈن کڑھائی والی سیاہ پشمینہ شال اپنے بازوؤں کے گرد اوڑھے کھلے سیاہ بالوں کو کانوں کی لوؤں کے پیچھے سمیٹے خوشی اس کی مسکراہٹ اور آنکھوں کی چمک میں نہیں، بلکہ اس قرب میں جھلک رہی تھی جو اس کے اور سالار کے درمیان نظر آرہا تھا۔ سفید شرٹ اور سیاہ جیکٹ میں اسے اپنے ساتھ لگائے سالار کی آنکھوں کی چمک جیسے اس فوٹوگراف میں موجود دوسری ہر شے کو مات کر رہی تھی۔ کوئی بھی کیمرے کے لیے بنائے ہوئے اس ایک پوز میں نظر آنے والے جوڑے کو دیکھ کر چند لمحوں کے لیے ضرور ٹھٹکتا۔

سکندر نے اس فوٹوگراف کو فریم کروا کر انہیں ہی نہیں بھیجا تھا، انہوں نے اپنے گھر کی فیملی وال فوٹوز میں بھی اس تصویر کا اضافہ کیا تھا۔

www.urdunovelspdf.com

9

وہ شخص دیوار پر لگی اس تصویر کے سامنے اب پچھلے پندرہ منٹ سے کھڑا تھا۔ پلکیں جھپکائے بغیر ٹکٹکی لگائے اس لڑکی کا چہرہ دیکھتے ہوئے۔۔۔ چہرے میں کوئی شباہت تلاش کرتے ہوئے۔۔۔ اس شخص کے شجرے میں دبے آتش فشاں کی شروعات ڈھونڈتے ہوئے۔۔۔ اگر وہ اس شخص کو نشانہ بنا سکتا تھا تو اسی ایک جگہ سے بنا سکتا تھا۔ وہ ہونٹ کاٹتے ہوئے ساتھ ساتھ کچھ بڑبڑا رہا تھا۔۔۔ خود کلامی۔۔۔ ایک اسکینڈل کا تانا بانا تیار کرنے کے لیے ایک کے بعد ایک مکر و فریب کا جال۔۔۔ وجوہات۔۔۔ حقائق کو مخفی کرنے۔۔۔ وہ ایک گہرا سانس لے کر اپنے عقب میں بیٹھے لوگوں کو کچھ ہدایات دینے کے لیے مڑا تھا۔

سی آئی اے ہیڈ کوارٹرز کے اس کمرے کی دیواروں پر لگے بورڈز چھوٹے بڑے نوٹس، چارٹس، فوٹوگرافس اور ایڈریسز کی چٹوں سے بھرے ہوئے تھے۔

کمرے میں موجود چار آدمیوں میں سے تین اس وقت بھی کمپیوٹرز پر مختلف ڈیٹا کھنگالنے میں لگے ہوئے تھے۔ یہ کام وہ پچھلے ڈیڑھ ماہ سے کر رہے تھے۔ اس کمرے میں جگہ جگہ بڑے بڑے ڈبے پڑے تھے جو مختلف فائلز، نیوز پیپرز، میگزینز اور دوسرے ریکارڈ سے بھرے ہوئے تھے۔ کمرے میں موجود ریکارڈ کیبنٹس پہلے ہی بھری ہوئی تھیں۔ کمرے میں موجود تمام ڈیٹا ان کمپیوٹرز کی ہارڈ ڈسکس میں بھی محفوظ تھا۔ کمرے میں موجود دو آدمی پچھلے ڈیڑھ ماہ سے اس شخص کے بارے میں آن لائن آنے والا تمام ریکارڈ اور معلومات اکٹھی کرتے رہے تھے۔ کمرے میں موجود تیسرا آدمی اس شخص اور اس کی فیملی کے ہر فرد کی ای میلز کا ریکارڈ کھنگالتا رہا تھا۔ چوتھا شخص اس فیملی اور مالی معلومات کو چیک کرتا رہا تھا۔ اس ساری جدوجہد کا نتیجہ ان تصویروں اور شجرہ نسب کی صورت میں ان بورڈز پر موجود تھا۔

وہ چار لوگ دعویٰ کر سکتے تھے کہ اس شخص اور اس کی فیملی کی پوری زندگی کا ریکارڈ اگر خدا کے پاس موجود تھا تو اس کی ایک کاپی اس کمرے میں بھی تھی۔ اس شخص کی زندگی کے بارے میں کوئی بھی ایسی چیز نہیں تھی، جو ان کے علم میں نہیں تھی یا جس کے بارے میں وہ ثبوت نہیں دے سکتے تھے۔

سی آئی اے کے شدید آبزرویشن سے لے کر اس کی گرل فرینڈز تک اور اس کے مالی معاملات سے لے کر اس کی

اولاد کی پرسنل اور پرائیویٹ لائف تک ان کے پاس ہر چیز کی تفصیلات تھیں۔

لیکن سارا مسئلہ یہ تھا کہ ڈیڑھ ماہ کی اس محنت اور پوری دنیا سے اکٹھے کیے ہوئے اس ڈیٹا میں سے وہ ایسی کوئی چیز نہیں نکال سکے تھے جس سے اس کی کردار کشی کر سکتے۔

وہ ٹیم جو پندرہ سال سے اسی طرح کے مقاصد پر کام کرتی رہی تھی، یہ پہلی بار تھا کہ وہ اتنی سرتوڑ محنت کے باوجود اس شخص اور اس کے گھرانے کے کسی شخص کے حوالے سے کسی قسم کا بری حرکت یا ناشائستہ عمل کی نشان دہی نہیں کر پائی تھی۔ دو سو پوائنٹس کی وہ چیک لسٹ جو انہیں دی گئی تھی، وہ دو سو کراسز سے بھری ہوئی تھی اور یہ ان سب کی زندگی میں پہلی بار ہو رہا تھا۔ انہوں نے ایسا صاف ریکارڈ کسی کا نہیں دیکھا تھا۔

کسی حد تک ستائش کے جذبات رکھنے کے باوجود وہ ایک آخری کوشش کر رہے تھے۔ ایک آخری کوشش.... کمرے کے ایک بورڈ سے دوسرے اور دوسرے سے تیسرے بورڈ تک جاتے جاتے وہ آدمی اس کے شجرہ نسب کی اس تصویر پر رکا تھا۔ اس تصویر کے آگے کچھ اور تصویریں تھیں اور ان کے ساتھ کچھ بلٹ پوائنٹس.... ایک دم جیسے بجلی کا سا جھٹکا لگا تھا۔ اس نے اس لڑکی کی تصویر کے نیچے اس کی تاریخ پیدائش دیکھی، پھر مڑ کر ایک کمپیوٹر کے سامنے بیٹھے ہوئے آدمی کو وہ سال بتاتے ہوئے کہا۔

"دیکھو یہ اس سال کہاں تھا؟"

کمپیوٹر پر بیٹھے ہوئے آدمی نے چند منٹوں کے بعد اسکرین دیکھتے ہوئے کہا۔

"پاکستان میں۔" اس شخص کے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ آئی تھی۔

"کب سے کب تک؟" اس آدمی نے اگلا سوال کیا۔ کمپیوٹر کے سامنے بیٹھے ہوئے آدمی نے تاریخیں بتائیں۔

"آخر کار ہمیں کچھ مل ہی گیا۔" اس آدمی نے بے اختیار ایک سیٹی بجاتے ہوئے کہا تھا۔ انہیں جہاز ڈبونے کے لیے تارپیڈو مل گیا تھا۔

یہ پندرہ منٹ پہلے کی روداد تھی۔ پندرہ منٹ بعد اب وہ جانتا تھا کہ اسے اس آتش فشاں کا منہ کھولنے کے لیے کیا کرنا تھا۔

ل

♠

وہ یہاں کسی جذباتی ملاقات کے لیے نہیں آئی تھی۔ سوال و جواب کے کسی لمبے چوڑے سیشن کے لیے بھی نہیں.... لعنت و ملامت کے کسی منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے بھی نہیں.... وہ یہاں کسی کا ضمیر جھنجوڑنے آئی تھی، نہ ہی کسی سے نفرت کا اظہار کرنے کے لیے۔ نہ ہی وہ کسی کو یہ بتانے آئی تھی کہ وہ اذیت کے ماؤنٹ ایورسٹ پر کھڑی ہے۔ نہ ہی وہ اپنے باپ کو گریبان سے پکڑنا چاہتی تھی۔ نہ اسے یہ بتانا چاہتی تھی کہ اس نے اس کی زندگی تباہ کر دی تھی۔ اس کے صحت مند ذہن اور جسم کو ہمیشہ کے لیے مفلوج کر دیا تھا۔

وہ یہ سب کچھ کہتی.... یہ سب کچھ کرتی اگر اسے یقین ہوتا کہ یہ سب کرنے کے بعد اسے سکون مل جائے گا۔ اس کا باپ احساس جرم یا پچھتاوے جیسی کوئی چیز پانے لگے گا۔

پچھلے کئی ہفتے سے وہ آبلہ پا تھی۔ وہ راتوں کو سکون آور گولیاں لیے بغیر سو نہیں پا رہی تھی اور اس سے بڑھ کر تکلیف دہ چیز یہ تھی کہ وہ سکون آور ادویات لینا نہیں چاہتی تھی۔ وہ سونا نہیں چاہتی تھی.... وہ سوچنا چاہتی تھی اس بھیانک خواب کے بارے میں، جس میں وہ چند ہفتے پہلے داخل ہوئی تھی اور جس سے اب وہ ساری زندگی

نہیں نکل سکتی تھی۔

وہ یہاں آنے سے پہلے پچھلی پوری رات روتی رہی تھی۔ یہ بے بسی کی وجہ سے نہیں تھا۔ یہ اذیت کی وجہ سے بھی نہیں تھا۔ یہ اس غصے کی وجہ سے تھا جو وہ اپنے باپ کے لیے اپنے دل میں اتنے دنوں سے محسوس کر رہی تھی۔ ایک آتش فشاں تھا یا جیسے کوئی الاؤ' جو اس کو اندر سے سلگا رہا تھا' اندر سے جلا رہا تھا۔

کسی سے پوچھے' کسی کو بتائے بغیر یوں اٹھ کر وہاں آجانے کا فیصلہ جذباتی تھا' احمقانہ تھا اور غلط تھا ــ اس نے زندگی میں پہلی بار ایک جذباتی' احمقانہ اور غلط فیصلہ بے حد سوچ سمجھ کر کیا تھا۔ ایک اختتام چاہتی تھی وہ اپنی زندگی کے اس باب کے لیے' جس کے بغیر وہ آگے نہیں بڑھ سکتی تھی اور جس کی موجودگی کا انکشاف اس کے لیے دل دہلا دینے والا تھا۔

اس کا ایک ماضی تھا۔ وہ جانتی تھی لیکن اسے کبھی یہ اندازہ نہیں تھا کہ اس کے ماضی کا "ماضی" بھی ہو سکتا تھا۔ ایک دفعہ کا ذکر تھا جب وہ "خوش" تھی اپنی زندگی میں..... جب وہ خود کو باسعادت سمجھتی تھی۔ اور "معقرب" سے "ملعون" ہونے کا فاصلہ اس نے چند سیکنڈز میں طے کیا تھا۔ چند سیکنڈز شاید زیادہ وقت تھا۔ شاید اس سے بھی بہت کم وقت تھا جس میں وہ احساس کمتری' احساس محرومی' احساس ندامت اور ذلت و بدنامی کے ایک ڈھیر میں تبدیل ہوئی تھی۔

اور یہاں وہ اس ڈھیر کو دوبارہ وہی شکل دینے آئی تھی ــ اس بوجھ کو اس شخص کے سامنے اتار پھینکنے آئی تھی' جس نے وہ بوجھ اس پر لادا تھا ــ زندگی

کسی کو اس وقت یہ پتا نہیں تھا کہ وہ وہاں تھی ــ کسی کو پتا ہوتا تو وہ وہاں آ ہی نہیں سکتی تھی ــ اس کا سیل فون پچھلے کئی گھنٹوں سے آف تھا۔ وہ چند گھنٹوں کے لیے خود کو اس دنیا سے دور لے آئی تھی' جس کا وہ حصہ تھی۔ اس دنیا کا حصہ' یا پھر اس دنیا کا حصہ جس میں وہ اس وقت موجود تھی ــ؟ یا پھر اس کی کوئی بنیاد نہیں تھی.....؟ وہ کہیں کی نہیں تھی ــ اور جہاں کی تھی' جس سے تعلق رکھتی تھی' اس کو اپنا نہیں سکتی تھی۔

انتظار لمبا ہو گیا تھا..... انتظار ہمیشہ لمبا ہوتا ہے..... کسی بھی چیز کا انتظار ہمیشہ لمبا ہوتا ہے..... چاہے آنے والی شے پاؤں کی زنجیر بننے والی ہو یا گلے کا ہار ــ سر کا تاج بن کر سجا ہو اس نے یا پاؤں کی جوتی ــ انتظار ہمیشہ لمبا ہی لگتا ہے۔

وہ ایک سوال کا جواب چاہتی تھی اپنے باپ سے ــ صرف ایک چھوٹے سے سوال کا ــ اس نے اس کی فیملی کو کیوں مار ڈالا؟

6

www.urdunovelspdf.com

گرینڈ حیات ہوٹل کا بال روم اس وقت Scripps National Spelling Bee کے 92ویں مقابلے کے فائنل میں پہنچنے والے فریقین سمیت دیگر شرکا ان کے والدین' بہن بھائیوں اور اس مقابلے کو دیکھنے کے لیے موجود لوگوں سے کھچا کھچ بھرا ہونے کے باوجود ایسا خاموش تھا کہ سوئی گرنے کی آواز بھی سنی جا سکے۔

وہ دو افراد جو فائنل میں پہنچے تھے' ان کے درمیان چودھواں راؤنڈ کھیلا جا رہا تھا۔ تیرہ سالہ نینسی اپنے لفظ کے ہجے کرنے کے لیے اپنی جگہ پر آ چکی تھی۔ پچھلے بانوے سالوں سے اس بال روم میں دنیا کے بیسٹ اسپیلر کی تاج پوشی ہو رہی تھی۔ امریکا کی مختلف ریاستوں کے علاوہ دنیا کے بہت سارے ممالک میں اسپیلنگ بی کے مقامی مقابلے جیت کر آنے والے پندرہ سال سے کم عمر کے بچے اس آخری راؤنڈ کو جیتنے کے لیے سر دھڑ کی بازی لگائے ہوئے تھے۔ ایسی ہی ایک بازی کے شرکا آج بھی اسٹیج پر موجود تھے۔

"Sassafras" نینسی نے رکی ہوئی سانس کے ساتھ پروناؤنسر کا لفظ سنا۔ اس نے پروناؤنسر کو لفظ دہرانے کے لیے کہا' پھر اس نے اس لفظ کو خود دہرایا۔ وہ چیمپئن شپ ورڈز میں سے ایک تھا لیکن فوری طور پر اسے وہ یاد نہیں آسکا۔ بہرحال اس کی ساؤنڈ سے وہ اسے بہت مشکل نہیں لگا تھا اور اگر سننے میں اتنا مشکل نہیں تھا تو اس کا مطلب تھا' وہ ترکی لفظ ہو سکتا تھا۔

نو سالہ دوسرا فائنلسٹ اپنی کرسی پر بیٹھے' گلے میں لٹکے اپنے نمبر کارڈ کے پیچھے انگلی سے اس لفظ کی ہجے کرنے میں لگا ہوا تھا۔ وہ اس کا لفظ نہیں تھا لیکن وہاں بیٹھا ہر بچہ ہی لاشعوری طور پر اس وقت یہی کرنے میں مصروف تھا' جو مقابلے سے آؤٹ ہو چکا تھا۔

نینسی کا ریگولر ٹائم ختم ہو چکا تھا۔

"S-A-S-S" اس نے رک رک کر لفظ کی ہجے کرنا شروع کی۔ وہ پہلے چار حرف بتانے کے بعد ایک لمحے کے لیے رکی۔ زیر لب اس نے باقی کے پانچ حرف دہرائے پھر دوبارہ بولنا شروع کیا۔

"A-F-R" وہ ایک بار پھر رکی۔ دوسرے فائنلسٹ نے بیٹھے بیٹھے زیر لب آخری دو حرف کو دہرایا۔

"U-S" مائیک کے سامنے کھڑی نینسی نے بھی بالکل اسی وقت یہی دو حرف بولے اور پھر بے یقینی سے اس گھنٹی کو بجتے سنا' جو اسپیلنگ کے غلط ہونے پر بجتی تھی۔ شاک صرف اس کے چہرے پر نہیں تھا۔ اس دوسرے فائنلسٹ کے چہرے پر بھی تھا۔ پروناؤنسر اب Sassafras کے درست اسپیلنگ دہرا رہا تھا۔ نینسی نے بے اختیار اپنی آنکھیں بند کیں۔

"آخری لیٹر سے پہلے A ہی ہونا چاہیے تھا... میں نے U کیا سوچ کر لگا دیا؟" اس نے خود کو کوسا۔ تقریباً "فق رنگت کے ساتھ نینسی گراہم نے مقابلے کے شرکا کے لیے رکھی ہوئی کرسیوں کی طرف چلنا شروع کر دیا۔ ہال تالیوں سے گونج رہا تھا۔ یہ ممکنہ رنرز اپ کو کھڑے ہو کر دی جانے والی داد و تحسین تھی۔ نو سالہ دوسرا فائنل میں پہنچنے والا بھی اس کے لیے کھڑا تالیاں بجا رہا تھا۔ نینسی کے قریب پہنچنے پر اس نے آگے بڑھ کر اس سے ہاتھ ملایا۔ نینسی نے ایک مدھم مسکراہٹ کے ساتھ اسے جواب دیا اور اپنی سیٹ سنبھال لی۔ ہال میں موجود لوگ دوبارہ اپنی نشستیں سنبھال چکے تھے اور وہ دوسرا فائنلسٹ مائیک کے سامنے اپنی جگہ پر آچکا تھا۔ نینسی اسے دیکھ رہی تھی۔ اسے ایک موہوم سی امید تھی کہ اگر وہ بھی اپنے لفظ کے غلط ہجے کرتا تو وہ ایک بار پھر اپنے فائنل راؤنڈ میں واپس آجاتی۔

"That was a catch 22" اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے اس نے کہا تھا۔ وہ اندازہ نہیں لگا سکی' وہ اس کے لیے کہہ رہا تھا یا وہ اس لفظ کو واقعی اپنے لیے بھی Catch 22 ہی سمجھ رہا تھا... وہ چاہتی تھی ایسا ہو تا... ہر کوئی چاہتا۔

سینٹر اسٹیج پر اب وہ نو سالہ فائنلسٹ تھا۔ اپنی اسی شرارتی مسکراہٹ اور گہری سیاہ چمکتی آنکھوں کے ساتھ۔ اس نے اسٹیج سے نیچے بیٹھے چیف پروناؤنسرز کو دیکھتے ہوئے سر ہلایا۔ جوناتھن جواباً" مسکرایا تھا اور صرف جوناتھن ہی نہیں' وہاں سب کے لبوں پر ایسی ہی مسکراہٹ تھی۔ وہ نو سالہ فائنلسٹ اس چیمپئن شپ کو دیکھنے والے حاضرین کا سویٹ ہارٹ تھا۔

اس کے چہرے پر بلا کی معصومیت تھی۔ چمکتی ہوئی تقریباً "گول آنکھیں جو کسی کارٹون کریکٹر کی طرح پرجوش اور جان دار تھیں اور اس کے تقریباً "گلابی ہونٹ جن پر وہ وقتاً "فوقتاً" زبان پھیر رہا تھا اور جن پر آنے والا ذرا سا خم بہت سے لوگوں کو بلاوجہ مسکرانے پر مجبور کر رہا تھا... وہ "معصوم فتنہ" تھا۔ یہ صرف اس کے والدین جانتے تھے' جو دوسرے بچوں کے والدین کے ساتھ اسٹیج کی بائیں طرف پہلی رو میں اپنی بچی کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ وہاں

جیسے پورے فائنلسٹس کے والدین کے برعکس وہ بے حد پرسکون تھے۔ ان کے چہرے پر اب بھی کوئی ٹینشن نہیں تھی جب ان کا بیٹا چیمپئن شپ ورڈ کے لیے آکر کھڑا تھا۔ ٹینشن اگر کسی کے چہرے پر تھی تو وہ ان کی سات سالہ بیٹی کے چہرے پر تھی جو دو دن پر مشتمل اس پورے مقابلے کے دوران ہلکان رہی تھی اور وہ اب بھی آنکھوں پر گلاسز ٹکائے پورے انہماک کے ساتھ اپنے نو سالہ بھائی کو دیکھ رہی تھی جو پروناؤنسر کے لفظ کے لیے تیار تھا۔

"Cappelletti" جوناتھن نے لفظ ادا کیا۔ اس فائنلسٹ کے چہرے پر بے اختیار ایسی مسکراہٹ آئی تھی، جیسے وہ بمشکل اپنی ہنسی کو کنٹرول کر رہا ہو۔ اس کی آنکھیں پہلے کلاک وائز اور پھر اینٹی کلاک وائز گھومنا شروع ہوئی تھیں۔ ہال میں کچھ کھلکھلاہٹیں ابھری تھیں۔ اس نے اس چیمپئن شپ میں اپنا ہر لفظ سننے کے بعد اسی طرح ری ایکٹ کیا تھا۔ بھینچی ہوئی مسکراہٹ اور گھومتی ہوئی آنکھیں۔ کمال کی خود اعتمادی تھی۔ کئی دیکھنے والوں نے اسے داد دی۔ اس کے حصے میں آنے والے الفاظ دوسروں کی نسبت زیادہ مشکل ہوتے تھے۔ یہ اس کے لیے مشکل وقت ہوتا تھا۔ لیکن بے حد روانی سے بغیر اٹکے بغیر گھبرائے اسی پُر اعتماد مسکراہٹ کے ساتھ وہ ہر پہاڑ سر کرتا رہا تھا اور اب وہ آخری چوٹی کے سامنے کھڑا تھا۔

"DefinitionPlease" اس نے اپنا ریگولر ٹائم استعمال کرنا شروع کیا۔

"Languageoforigin" (اس زبان کا ماخذ) اس نے پروناؤنسر کے جواب کے بعد اگلا سوال کیا۔

"اٹالین" اس نے پروناؤنسر کے جواب کو دہراتے ہوئے کچھ سوچنے والے انداز میں ہونٹوں کو دائیں بائیں حرکت دی۔ اس کی بہن بے چینی اور تناؤ کی کیفیت میں اسے دیکھ رہی تھی۔ اس کے والدین اب بھی پرسکون تھے۔ اس کے تاثرات بتا رہے تھے کہ لفظ اس کے لیے آسان تھا۔ وہ ایسے ہی تاثرات کے ساتھ پچھلے تمام الفاظ ہجے کرتا رہا تھا۔

"پلیز اس لفظ کو کسی جملے میں استعمال کریں۔" وہ اب پروناؤنسر سے کہہ رہا تھا۔ پروناؤنسر کا بتایا ہوا جملہ سننے کے بعد گلے میں لٹکے ہوئے نمبر کارڈ کی پشت پر انگلی سے اس لفظ کو لکھنے لگا۔

"اب آپ کا ٹائم ختم ہونے والا ہے۔" اسے آخری تیس سیکنڈز کے شروع ہونے پر اطلاع دی گئی جس میں اس نے اپنے لفظ کے ہجے کرنا تھا۔ اس کی آنکھیں گھومنا بند ہو گئیں۔

"Cappelletti" اس نے ایک بار پھر لفظ دہرایا۔

"C-A-P-P-E-L-L" وہ ہجے کرتے ہوئے ایک لحظہ کے لیے رکا۔ پھر ایک سانس لیتے ہوئے اس نے دوبارہ ہجے کرنا شروع کیا۔

"E-T-T-I"

ہال تالیوں سے گونج اٹھا تھا اور بہت دیر تک گونجتا رہا۔

اسپیلنگ بی کا نیا چیمپئن صرف ایک لفظ کے فاصلے پر رہ گیا تھا۔

تالیوں کی گونج تھمنے کے بعد جوناتھن نے اسے آگاہ کیا تھا کہ اسے اب ایک اضافی لفظ کے حرف بتانے ہیں۔ اس نے سر ہلایا۔ اس لفظ کی ہجے نہ کر سکنے کی صورت میں۔ فیسی ایک بار پھر مقابلے میں واپس آجاتی۔

"Weissnichtwo" اس کے لیے لفظ پروناؤنس کیا گیا۔ ایک لمحہ کے لیے اس کے چہرے سے مسکراہٹ غائب ہوئی تھی۔ پھر اس کا منہ کھلا اور اس کی آنکھیں پھیل گئی تھیں۔

"واؤ مائی گاڈ!" اس کے منہ سے بے اختیار نکلا تھا۔ وہ سکتے میں تھا اور پوری چیمپئن شپ میں یہ پہلا موقع تھا کہ اس کی آنکھیں اور وہ خود اس طرح جامد ہوا تھا۔

فیسی بے اختیار اپنی کرسی پر سیدھی ہو کر بیٹھ گئی تھی۔ تو کوئی ایسا لفظ آگیا تھا جو اسے دوبارہ چیمپئن شپ میں

واپس لا سکتا تھا۔
اس کے والدین کو پہلی بار اس کے تاثرات نے کچھ بے چین کیا تھا ان کا بیٹا اب اپنے نمبر کارڈ سے اپنا چہرہ حاضرین سے چھپا رہا تھا۔ حاضرین اس کی انگلیوں اور ہاتھوں کی کپکپاہٹ بڑی آسانی سے اسکرین پر دیکھ سکتے تھے، اور ان میں سے بہت سوں نے اس بچے کے لیے واقعی بہت ہمدردی محسوس کی۔ وہاں بہت کم تھے جو اسے جیتتے ہوئے دیکھنا نہیں چاہتے تھے۔
ہال میں بیٹھا ہوا صرف ایک شخص مطمئن اور پُرسکون تھا۔ پُرسکون۔ یا پُرجوش۔؟ کہنا مشکل تھا اور وہ اس بچے کی سات سالہ بہن تھی، جو اپنے ماں باپ کے درمیان بیٹھی ہوئی تھی اور جس نے اپنے بھائی کے تاثرات پر پہلی بار بڑے اطمینان کے ساتھ کرسی کی پشت کے ساتھ مسکراتے ہوئے ٹیک لگائی تھی۔ گود میں رکھے ہوئے اپنے دونوں ہاتھوں کو بہت آہستہ آہستہ اس نے تالی کے انداز میں بجانا بھی شروع کر دیا تھا۔ اس کے ماں باپ نے بیک وقت اس کے تالی بجاتے ہاتھوں اور اس کے مسکراتے چہرے کو الجھے ہوئے انداز میں دیکھا، پھر اسٹیج پر اپنے لرزتے کانپتے کنفیوز بیٹے کو جو نمبر کارڈ کے پیچھے اپنا چہرہ چھپائے انگلی سے کچھ لکھنے اور بڑبڑانے میں مصروف تھا۔

www.urdunovelspdf.com

اس کتاب کا پہلا باب اگلے نو ابواب سے مختلف تھا۔ اسے پڑھنے والا کوئی بھی شخص یہ فرق محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتا تھا کہ پہلا باب اور اگلے نو ابواب ایک شخص کے لکھے ہوئے نہیں لگ رہے تھے۔ وہ ایک شخص نے لکھے۔ بھی نہیں تھے۔
وہ جانتی تھی وہ اس کی زندگی کی پہلی بددیانتی تھی، لیکن یہ نہیں جانتی تھی کہ وہی آخری بھی ہوگی۔ اس کتاب کا پہلا باب اس کے علاوہ اب کوئی اور نہیں پڑھ سکتا تھا۔ اس نے پہلا باب بدل دیا تھا۔
نم آنکھوں کے ساتھ اس نے پرنٹ کمانڈ دی۔ پرنٹر برق رفتاری سے وہ پچاس صفحے نکالنے لگا، جو اس کتاب کا ترمیم شدہ پہلا باب تھے۔
اس نے ٹیبل پر پڑی ڈسک اٹھائی اور بے حد تھکے ہوئے انداز میں اس پر ایک نظر ڈالی۔ پھر اس نے اسے دو ٹکڑوں میں توڑ ڈالا۔۔۔ پھر چند اور ٹکڑے۔۔۔ اپنی ہتھیلی پر پڑے ان ٹکڑوں کو ایک نظر دیکھنے کے بعد اس نے انہیں ڈسٹ بن میں پھینک دیا۔
ڈسک کا کور اٹھا کر اس نے زیر لب اس پر لکھے چند لفظوں کو پڑھا۔۔۔ پھر چند لمحے پہلے لیپ ٹاپ سے نکالی ہوئی ڈسک اس نے اس کور میں ڈال دی۔
پرنٹر تب تک اپنا کام مکمل کر چکا تھا۔ اس نے ٹرے میں سے ان صفحات کو نکال لیا۔ بڑی احتیاط کے ساتھ انہیں ایک فائل کور میں رکھ کر اس نے انہیں ان دوسری فائل کورز کے ساتھ رکھ دیا جن میں اس کتاب کے باقی نو ابواب تھے۔
ایک گہرا سانس لیتے ہوئے وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ کھڑے ہو کر اس نے ایک آخری نظر اس لیپ ٹاپ کی مدھم پڑتی اسکرین پر ڈالی۔
اسکرین تاریک ہونے سے پہلے اس پر ایک تحریر ابھری تھی Will Be Waiting!
اس کی آنکھوں میں ٹھہری نمی ایک دم چھلک پڑی تھی۔ وہ مسکرا دی۔ اسکرین اب تاریک ہو گئی۔ اس نے پلٹ کر ایک نظر کمرے کو دیکھا۔ پھر بیڈ کی طرف چلی آئی۔ ایک عجیب سی تھکن اس کے وجود پر چھانے لگی تھی،

اس کے وجود سے باہر ہر چیز پر۔ بیڈ پر بیٹھ کر چند لمحے اس نے بیڈ سائیڈ ٹیبل پر پڑی چیزوں پر نظر دوڑائی۔ پتا نہیں کب وہاں اپنی رسٹ واچ چھوڑ گیا تھا۔ شاید رات کو جب وہ وہاں تھا۔ وہ وضو کرنے گیا تھا۔ پھر شاید اسے یاد نہیں رہا تھا۔ وہ رسٹ واچ اٹھا کر اسے دیکھنے لگی۔ سیکنڈ کی سوئی تیزی سے اپنا سفر طے کر رہی تھی۔ زندگی میں سیکنڈز کی سوئی کبھی نہیں رکتی۔ صرف منٹ اور گھنٹے ہیں، جو رکتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ سفر ختم ہوتا ہے۔ ختم ہو جاتا ہے۔

بہت دیر اس گھڑی پر انگلیاں پھیرتی وہ جیسے اس کے لمس کو کھوجتی رہی۔ وہ لمس وہاں نہیں تھا۔ وہ اس گھر کی واحد گھڑی تھی جس کا ٹائم بالکل ٹھیک ہوتا تھا۔ صرف منٹ نہیں۔ سیکنڈز تک۔ کاملیت اس گھڑی میں نہیں تھی۔ اس شخص کے وجود میں تھی، جس کے ہاتھ پر وہ ہوتی تھی۔

اس نے آنکھوں کی نمی صاف کرتے ہوئے اس گھڑی کو دوبارہ سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا۔ کمبل اپنے اوپر کھینچتے ہوئے وہ بستر پر لیٹ گئی۔ اس نے لائٹ بند نہیں کی۔ اس نے دروازہ بھی مقفل نہیں کیا تھا۔ وہ اس کا انتظار کر رہی تھی۔ بعض دفعہ انتظار بہت "لمبا" ہوتا ہے۔۔۔ بعض دفعہ انتظار بہت "مختصر" ہوتا ہے۔

اس کی آنکھوں میں نیند اترنے لگی۔۔۔ وہ "اسے" نیند سمجھ رہی تھی۔۔۔ ہمیشہ کی طرح آیت الکرسی کا ورد کرتے ہوئے وہ اسے چاروں طرف پھونک رہی تھی، جب اسے یاد آیا۔ وہ اس وقت وہاں ہوتا تو اس سے آیت الکرسی اپنے اوپر پھونکنے کی فرمائش کرتا۔

بیڈ سائیڈ ٹیبل پر پڑے ایک فوٹو فریم کو اٹھا کر اس نے بڑی نرمی کے ساتھ اس پر پھونک ماری، پھر فریم کے شیشے پر جیسے کسی نظر نہ آنے والی گرد کو اپنی انگلیوں سے صاف کیا۔ چند لمحے تک وہ فریم میں اس ایک چہرے کو دیکھتی رہی، پھر اس نے اس کو دوبارہ بیڈ سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا۔ سب کچھ جیسے ایک بار پھر سے یاد آنے لگا تھا۔۔۔ اس کا وجود جیسے ایک بار پھر سے ریت بننے لگا تھا۔ آنکھوں میں ایک بار پھر سے نمی آنے لگی تھی۔

اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ "آج" اسے بہت دیر ہو گئی تھی۔

7

"ایکسکیوزمی۔" وہ کہتے ہوئے اٹھ کر بار کی طرف چلی گئی تھی۔ اس کی نظروں نے جیکی کا تعاقب کیا۔ وہ بار کاؤنٹر پر بار ٹینڈر سے بات کر رہی تھی۔ اس کے سیاہ بیک لیس ڈریس سے اس کی سفید خوب صورت پشت کمر کے خم تک نظر آ رہی تھی۔ اس نے نظر ہٹاتے ہوئے اپنے سامنے پڑے اورنج جوس کا ایک گھونٹ بھرا۔ بہت عرصے کے بعد اس نے کسی عورت کے جسم پر غور کیا تھا اور بہت عرصے کے بعد وہ کسی عورت کے ساتھ اکیلے کسی بار میں بیٹھا تھا۔ وہ ایک ہوٹل کا بار روم تھا لیکن وہ کسی ایسی جگہ پر بھی بہت عرصے کے بعد آیا تھا۔

وہ ہاتھ میں پکڑے گلاس سے دوسرا گھونٹ لے رہا تھا، جب جیکی دو شیمپئن گلاسز کے ساتھ واپس آ گئی تھی۔

"میں نہیں پیتا۔" اس نے ایک گلاس اپنے سامنے رکھنے پر چونک کر اسے یاد دلایا تھا۔

"یہ شیمپئن ہے۔" جیکی نے جواباً ایک کندھے کو ہلاتے ہوئے بے حد گہری مسکراہٹ کے ساتھ اس سے کہا۔ اس کا اپنا گلاس اس کے ہاتھ میں تھا۔

"شیمپئن شراب نہیں ہوتی کیا؟" اس نے جواباً جیسے مذاق اڑانے والے انداز میں کہا۔ وہ ٹیبل پر پڑی سگریٹ کی ڈبیا سے اب ایک سگریٹ نکال کر لائٹر کی مدد سے سلگا رہا تھا۔ جیکی نے آگے جھکتے ہوئے بڑی سہولت سے اس کے ہونٹوں میں دبا سگریٹ نکال لیا۔ وہ اسے دیکھ کر رہ گیا۔ اس کی یہ حرکت بے حد غیر متوقع تھی۔ وہ اب

www.urdunovelspot.com
facebook.com/urdunovelspdf

اسی سگریٹ کو اپنے دائیں ہاتھ کی انگلیوں میں دبائے بائیں ہاتھ میں شیمپئن گلاس پکڑے مسکراتے ہوئے سگریٹ کے کش لے رہی تھی۔ اس نے نظریں چراتے ہوئے سگریٹ کی ڈبیا سے ایک اور سگریٹ نکال لیا۔

"آؤ ڈانس کریں۔"

وہ جیکی کی آفر پر ایک بار پھر چونکا۔ وہ ڈانس فلور پر رقص کرتے چند جوڑوں کو دیکھ رہی تھی۔ بار روم میں اس وقت زیادہ لوگ نہیں تھے اور ان میں سے بھی صرف چند ایک ہی ڈانس فلور پر موجود تھے جنہیں واقعی ڈانس کرنا تھا۔ وہ اسی ہوٹل کے نائٹ کلب میں موجود تھے۔

"میں ڈانس نہیں کرتا۔" اس نے سگریٹ کا کش لیتے ہوئے لائٹر رکھا۔

"آتا نہیں ہے؟" جیکی ہنسی تھی۔

"پسند نہیں ہے۔" وہ مسکرایا تھا۔ وہ شیمپئن کا گھونٹ بھرتے ہوئے عجیب سی مسکراہٹ کے ساتھ اس کی آنکھوں میں دیکھتی رہی۔ اس نے راکھ جھاڑنے کے بہانے نظریں چرائیں۔ جیکی کی مسکراہٹ مزید گہری ہوگئی تھی۔

www.urdunovelspdf.com

"شراب کبھی نہیں پی تم نے؟"

اس نے ہاتھ میں پکڑا گلاس میز پر رکھتے ہوئے کچھ آگے جھکتے ہوئے پوچھا۔

اس شخص کی نظریں ایک لمحہ کے لیے گلاس سے اٹھی تھیں' پھر اس نے جیکی کو دیکھا۔

"بہت عرصہ پہلے۔" اس نے جیسے اعتراف کیا۔

"شیمپئن؟" جیکی نے مصنوعی حیرت کے ساتھ کہا۔

"یہ بھی۔" بے تاثر چہرے کے ساتھ اس نے ڈانس فلور کو دیکھتے ہوئے کہا۔ گلاس دوبارہ اٹھاتے ہوئے اور سامنے بیٹھے ہوئے مرد کے چہرے پر نظریں جمائے جیکی نے اپنی زندگی میں آنے والے پرکشش ترین مردوں کی فہرست میں اس کو رکھا تھا۔ وہ بلاشبہ ٹاپ پر تھا۔ یہ اس کے جسمانی خدوخال نہیں تھے جس کی بنا پر وہ اسے یہ درجہ دے رہی تھی۔ اس کی زندگی میں شکل و صورت کے اعتبار سے اس سے زیادہ خوب صورت مرد گزرے تھے۔ سامنے بیٹھے ہوئے شخص میں کچھ اور تھا' جو اسے بے حد ممتاز کر رہا تھا۔ اس کی بے حد مردانہ آواز' اس کا رکھ رکھاؤ' شفاف ذہین اور بے ریا گہری آنکھیں' اس کی مسکراہٹ یا پھر اس کی تمکنت اور رعونت۔۔۔ وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی طرف کھنچ رہی تھی اور بری طرح کھنچ رہی تھی۔۔۔ اور اس میں اس کا قصور نہیں تھا۔ وہ وعوے سے کہہ سکتی تھی کہ وہ مرد کسی بھی عورت کو متوجہ کر سکتا تھا۔ اس نے اس کے کریکٹر پروفائل میں پڑھا تھا کہ وہ Womanizer نہیں تھا۔۔۔ اسے حیرت تھی وہ کیوں نہیں تھا۔۔۔ اسے ہونا چاہیے تھا۔ اس پر نظریں جمائے اس نے سوچا اور بالکل اسی لمحے اس شخص نے ڈانس فلور سے نظر ہٹا کر اسے دیکھا۔ جیکی کی مسکراہٹ بے اختیار گہری ہوئی تھی۔ وہ بھی بے مقصد مسکرا دیا تھا۔ وہ بہت عرصے کے بعد کسی عورت کی کمپنی کو انجوائے کر رہا تھا۔

وہ خوب صورت تھی' اسمارٹ تھی اور وہ مضطرب تھا۔ نہ ہوتا تو یہاں اس وقت دو گھنٹے ایک اجنبی عورت کے ساتھ کبھی نہ بیٹھا ہوتا۔

"تمہاری شیمپئن؟" جیکی نے اسے ایک بار پھر یاد دلایا۔

"تم لے سکتی ہو۔" اس نے جواباً گلاس اس کی طرف بڑھا دیا۔

"اگر پہلے پیتے تھے تو اب اس میں کیا برائی نظر آگئی تمہیں؟" جیکی اس بار سنجیدہ ہوئی تھی۔

"مزے کے لیے پیتا تھا جب مزا آنا ختم ہوگیا تو چھوڑ دی۔" وہ اس کی بات پر بے اختیار ہنسی۔ وہ اسے دیکھتا رہا۔

جیکی دونوں ہاتھ ٹیبل پر رکھتے ہوئے آگے جھکی اور اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے اس نے کہا۔

"تمہیں پتا ہے' مجھے تم میں ساحرانہ کشش محسوس ہو رہی ہے۔" وہ مسکرایا تھا۔ یوں جیسے اس کے جملے سے محظوظ ہوا ہو۔

"میرے لیے خوشی کی بات ہے۔" اس نے جواباً کہا تھا۔ جیکی نے بڑے غیر محسوس انداز میں میز پر رکھے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا تھا۔ وہ ہاتھ ہٹانا چاہتا تھا لیکن چاہتے ہوئے بھی نہیں ہٹا سکا۔ وہ اس کے ہاتھ کی پشت پر بظاہر غیر محسوس انداز میں انگلیاں پھیر رہی تھی۔ اس نے بائیں ہاتھ میں پکڑا سگریٹ ایش ٹرے میں بجھا دیا۔ وہ دونوں اب ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے ایک دوسرے کو خاموشی سے دیکھ رہے تھے' پھر جیکی نے کہا۔

"Do You Believe in one- night Stands"

(کیا تم ایک رات کے تعلق پر یقین رکھتے ہو؟)

جواب فوری آیا تھا۔

"بالکل۔"

4

♠

اینٹوں سے بنے چولہے پر رکھی گھسی ہوئی پرانی مٹی کی ہنڈیا میں ساگ اپنے پانی میں گل رہا تھا۔ اس بوڑھی عورت نے نہر کے کنارے سے چنی ہوئی خشک جھاڑیوں کی ٹہنیوں کو توڑ توڑ کر چولہے میں پھینکنا شروع کر دیا۔ وہ آگ کو اسی طرح بھڑکائے رکھنے کی ایک کوشش تھی۔ وہ مٹی سے لیپے ہوئے گرم فرش پر چولہے کے قریب آکر بیٹھ گئی۔ پاؤں سے چپل اتار کر اس نے اپنے سرد ہلکے ہلکے سوجے ہوئے پیروں کو دھوپ سے گرم فرش سے جیسے کچھ حدت پہنچانے کی کوشش کی تھی۔

اماں اس عمر میں بھی بچوں کے بل بیٹھی لکڑیوں کو توڑ مروڑ کر چولہے میں جھونک رہی تھی۔ آگ میں لکڑیوں کے تڑخنے اور چٹخنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ وہ ساگ کی ہانڈی سے اٹھتی بھاپ اور اس میں اٹھتے ابال دیکھتی رہی۔

"مرد کیا کرتا ہے تیرا؟" وہ اماں کے اس اچانک سوال پر چونکی' پھر بڑبڑائی۔

"کیا کرتا ہے؟" اس نے جیسے یاد کرنے کی کوشش کی تھی' پھر کہا۔ "کام کرتا ہے۔"

"کیا کام کرتا ہے؟" اماں نے پھر پوچھا۔

"باہر کام کرتا ہے۔" وہ ساگ کو دیکھتے ہوئے بڑبڑائی۔

"پردیس میں ہے؟" بوڑھی عورت نے جواباً پوچھا۔ وہ بھی اب اسی کی طرح زمین پر بیٹھ گئی تھی اور اس نے اپنے گھٹنوں کے گرد اس کی طرح بازو لپیٹ لیے تھے۔

"ہاں۔۔۔ پردیس میں ہے۔" وہ اسی طرح ساگ کو دیکھتے ہوئے بولی۔

"تب تو یہاں کس کے پاس ہے۔ سسرال والوں کے پاس؟"

"نہیں۔"

"پھر؟"

"میں کسی کے پاس نہیں ہوں۔" ساگ پر نظریں جمائے اس نے بے ربط جواب دیا۔

"مرد نے گھر سے نکال دیا ہے کیا؟" اس نے چونک کر اس عورت کا چہرہ دیکھا۔

"نہیں۔"

"پھر تو لڑ کر آئی ہے کیا؟"

"نہیں۔" اس نے پھر بے ساختہ سر ہلایا۔

"تو پھر یہاں کس لیے آئی ہے؟"
"سکون کے لیے۔" اس نے بے اختیار کہا۔
"سکون کہیں نہیں ہے۔" وہ اس عورت کا چہرہ دیکھنے لگی۔
"جو چیز دنیا میں ہے ہی نہیں اسے دنیا میں کیا ڈھونڈنا؟" اس نے حیرت سے اس عورت کو دیکھا۔ وہ گہری بات تھی اور اس عورت کے منہ سے سن کر اور بھی گہری لگی تھی اسے، جو اس جنگل میں بیٹھی آگ میں لکڑیاں جھونک رہی تھی۔
"پھر بندہ رہے کیوں دنیا میں اگر بے سکون رہنا ہے؟"
وہ اس سے یہ سوال نہیں پوچھنا چاہتی تھی جو اس نے پوچھا تھا۔
"تو پھر کہاں رہے؟" لکڑیاں جھونکتی اس عورت نے ایک لمحہ کے لیے رک کر اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ وہ کچھ لاجواب ہوتے ہوئے دوبارہ ساگ کو دیکھنے لگی۔
"مرد کہتا نہیں واپس آنے کو؟"
"پہلے کہتا تھا۔ اب نہیں کہتا۔"
اس نے خود بھی لکڑیوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر کے آگ میں پھینکنے شروع کر دیے تھے۔
"بے چارہ اکیلا ہے وہاں؟" وہ ایک لمحے کے لیے ٹھٹکی۔
"ہاں۔۔۔" اس نے اس بار مدھم آواز میں کہا۔ وہ بوڑھی عورت اب پلاسٹک کے ایک شاپر میں پڑا ہوا آٹا ایک تھالی میں ڈال رہی تھی۔
"تو اکیلا چھوڑ کر آگئی اسے؟" دھوپ میں پڑے ایک گھڑے سے ایک گلاس میں پانی نکالتے ہوئے اماں نے جیسے افسوس کیا تھا۔ وہ بے مقصد آگ میں لکڑیاں پھینکتی رہی۔
"تجھ سے پیار نہیں کرتا تھا؟" وہ ایک لمحے کے لیے ساکت ہوئی۔
"کرتا تھا۔" اس کی آواز بے حد مدھم تھی۔
"خیال نہیں رکھتا تھا؟" ساگ سے اٹھتی بھاپ کی نمی اس کی آنکھوں میں اترنے لگی تھی۔ اسے بڑے عرصے کے بعد پتا نہیں کیا کیا یاد آیا تھا۔
"رکھتا تھا۔" آواز اور بھی مدھم ہو گئی تھی۔
اماں اب اس کے پاس بیٹھی اس تھالی میں دو روٹیوں کا آٹا گوندھ رہی تھی۔ "روٹی کپڑا نہیں دیتا تھا؟"
اس نے چادر سے اپنی آنکھیں رگڑیں۔ "دیتا تھا۔" وہ اپنی آواز خود بھی بمشکل سن پائی تھی۔

"تو نے پھر بھی چھوڑ دیا اسے؟ تو نے بھی اللہ سے بندے والا معاملہ کیا اس کے ساتھ۔۔۔ سب کچھ لے کر بھی دور ہو گئی اس سے۔"
اماں نے آٹا گوندھتے ہوئے جیسے ہنس کر کہا تھا۔ وہ بول نہیں سکی تھی۔ بولنے کے لیے کچھ تھا ہی نہیں۔۔۔ پلکیں جھپکائے بغیر وہ صرف اماں کا چہرہ دیکھتی رہی۔
"تجھے یہ ڈر بھی نہیں لگا کہ کوئی دوسری عورت لے آئے گا وہ؟"
"نہیں۔" اس بار آٹا گوندھتے اماں نے اس کا چہرہ دیکھا تھا۔
"تجھے پیار نہیں ہے اس سے؟" کیا سوال آیا تھا۔ وہ نظریں چرا گئی۔
اس کی چپ نے اماں کو جیسے ایک اور سوال دیا۔
"کبھی پیار کیا ہے؟" آنکھوں میں سیلاب آیا تھا۔ کیا کچھ یاد آ گیا تھا۔

"کیا تھا۔" اس نے آنسوؤں کو بہنے دیا تھا۔
"پھر کیا ہوا؟" اماں نے اس کے آنسوؤں کو نظرانداز کر دیا تھا۔
"نہیں ملا۔" سر جھکائے اس نے آگ میں کچھ اور لکڑیاں ڈالیں۔
"ملا نہیں یا اس نے چھوڑ دیا؟" اس کے منہ میں جیسے ہری مرچ آگئی تھی۔
"اس نے چھوڑ دیا۔" پتا نہیں ساگ زیادہ پانی چھوڑ رہا تھا یا اس کی آنکھیں۔۔۔ پر آنچ اور آنسو دونوں جگہ تھے۔
"پیار نہیں کرتا ہوگا۔" اماں نے بے ساختہ کہا۔
"پیار کرتا تھا لیکن انتظار نہیں کر سکتا تھا۔" اس نے پتا نہیں کیوں اس کی طرف سے صفائی دی تھی۔
"جو پیار کرتا ہے وہ انتظار کرتا ہے۔" جواب کھٹاک سے آیا تھا اور اس کی ساری وضاحتوں، دلیلوں کے پرخچے اڑا گیا تھا۔ وہ روتے ہوئے ہنسی تھی یا پھر شاید ہنستے ہوئے روئی تھی۔ کیا سمجھا دیا تھا اس عورت نے جو دل و دماغ کبھی سمجھا نہیں سکے تھے اسے۔
"اس آدمی کی وجہ سے گھر چھوڑ آئی اپنا؟" اماں نے پھر پوچھا۔
"نہیں۔۔۔ بس وہاں بے سکونی تھی مجھے اس لیے آگئی۔" اس نے بھیگے ہوئے چہرے کے ساتھ کہا۔
"کیا بے سکونی تھی؟" وہ برستی آنکھوں کے ساتھ بتاتی گئی۔ اماں چپ چاپ آٹا گوندھتی رہی۔ اس کے خاموش ہونے پر بھی اس نے کچھ نہیں کہا تھا۔ خاموشی کا وہ وقفہ طویل ہو گیا تھا۔ بے حد طویل۔۔۔ اماں آٹا گوندھنے کے بعد ساگ میں ڈوئی چلانے لگی تھی۔ وہ ٹانگوں کے گرد بازو لپیٹے ساگ کو گھلتے دیکھتی رہی۔
"وہاں نہر کے کنارے کیوں کھڑی تھی؟" اماں نے یک دم ساگ گھوٹتے ہوئے اس سے پوچھا۔ اس نے سر اٹھا کر اماں کا چہرہ دیکھا۔

5

بیرونی گیٹ ہمیشہ کی طرح گھر میں کام کرنے والی ملازمہ نے کھولا تھا۔ ڈرائیو وے پر گاڑی کھڑی کرتے ہوئے اس نے ابھی ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھولا ہی تھا کہ ہر روز کی طرح لان میں کھیلتے اس کے دونوں بچے بھاگتے ہوئے اس کے پاس آگئے تھے۔ چار سالہ جبریل پہلے پہنچا تھا۔ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے بیٹھے اس نے اپنے بیٹے کا چہرہ چوما تھا۔ وہ پسینے سے شرابور تھا۔ اس نے اسے اپنے ساتھ لگایا۔
"السلام علیکم!" جبریل نے روزانہ کی رسومات پوری کیں۔ گاڑی میں پڑے ٹشو باکس سے ٹشو نکال کر اس نے جبریل کا چہرہ صاف کیا جو اس نے بڑی فرماں برداری سے کروایا تھا۔ دو سالہ عنایہ تب تک ہانپتی کانپتی، شور مچاتی، سرپٹ پڑتی اس کے پاس آگئی تھی۔ دور سے پہلے اس کے بازوؤں کو دیکھ کر وہ چہکی اور کھلکھلائی تھی۔۔۔ اس نے ہمیشہ کی طرح اسے دور سے گود میں لیا تھا۔ بہت زور سے اسے بھینچنے کے بعد اس نے باری باری بیٹی کے دونوں گال چومے۔ جبریل تب تک ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ بند کر چکا تھا۔ اس نے عنایہ کو اب نیچے اتار دیا۔ وہ دونوں باپ سے ملنے کے بعد دوبارہ لان میں بھاگ گئے تھے۔ جہاں وہ ملازمہ کی دو بیٹیوں کے ساتھ فٹ بال کھیلنے میں مصروف تھے۔ وہ چند لمحے ڈرائیو وے پر کھڑا اپنے بچوں کو دیکھتا رہا۔ پھر گاڑی کے پچھلے حصے سے اپنا بریف کیس اور جیکٹ نکالتے ہوئے وہ گھر کے اندرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس کی بیوی تب تک اس کے استقبال کے لیے دروازے تک آچکی تھی۔ دونوں کی نظریں ملی تھیں۔ وہ حیرانی سے اس کے پاس آتے ہوئے مسکرائی۔
"تم جلدی آگئے آج؟" اس نے ہمیشہ کی طرح اسے گلے لگاتے ہوئے اس کے بالوں کو ہولے سے سہلاتے

www.urdunovelspdf.com
www.facebook.com/urdunovelspdf

ہوئے کہا۔
"ہاں آج زیادہ کام نہیں تھا۔"
"تو ڈھونڈ لیتے۔" وہ جواباً اس کے ہاتھ سے جیکٹ لیتے ہوئے ہنسی۔ وہ جواب دینے کے بجائے مسکرا دیا۔
اپنے بیڈ روم میں اس نے جب تک اپنا بریف کیس رکھا اور جوتے اتارے، وہ اس کے لیے پانی لے آئی تھی۔
"تمہاری طبیعت ٹھیک ہے؟" وہ اس کے ہاتھ میں پکڑی ٹرے سے گلاس اٹھا رہا تھا جب اس نے اچانک پوچھا تھا۔ اس نے چونک کر اس کی شکل دیکھی۔
"ہاں۔۔۔ بالکل۔۔۔ کیوں؟"
"نہیں۔۔۔ مجھے تھکے ہوئے لگے ہو، اس لیے پوچھ رہی ہوں۔" اس نے جواب دینے کے بجائے گلاس منہ سے لگا لیا۔ وہ ٹرے لے کر چلی گئی۔
کپڑے تبدیل کر کے وہ لاؤنج میں آ گیا تھا۔ لان میں اس کے دونوں بچے ابھی بھی فٹ بال کے پیچھے بھاگتے پھر رہے تھے۔ وہ لاؤنج کی کھڑکی کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا۔ کانگو کا موسم اسے کبھی پسند نہیں رہا تھا اور اس کی وجہ وہ بارش تھی جو کسی وقت بھی شروع ہو سکتی تھی اور جو شاید ابھی کچھ دیر میں پھر سے شروع ہونے والی تھی۔ کنگ ساشا میں پچھلے کئی دنوں سے ہر روز اسی وقت بارش ہوتی تھی۔ سہ پہر کے آخر چند گھنٹے۔۔۔ ایک ڈیڑھ گھنٹہ کی بارش اور اس کے بعد مطلع صاف۔
"چائے۔" وہ اپنی بیوی کی آواز پر باہر لان میں دیکھتے بے اختیار پلٹا۔ وہ ایک ٹرے میں چائے کے دو مگ اور ایک پلیٹ میں چند کوکیز لیے کھڑی تھی۔
"تھینکس۔" وہ ایک مگ اور ایک بسکٹ اٹھاتے ہوئے مسکرایا۔
"باہر چلتے ہیں بچوں کے پاس۔" وہ باہر جاتے ہوئے بولی۔
"میں تھوڑی دیر میں آتا ہوں۔ کسی کال کا انتظار کر رہا ہوں۔" وہ سر ہلاتے ہوئے باہر چلی گئی۔ چند منٹوں کے بعد اس نے اپنی بیوی کو لان میں نمودار ہوتے دیکھا۔ لان کے ایک کونے میں پڑی کرسی پر بیٹھتے ہوئے وہ کھڑکی میں اسے دیکھ کر مسکرائی تھی۔ وہ بھی جواباً مسکرا دیا تھا۔ چائے کا مگ اور بسکٹ کی پلیٹ اب لان میں اس کے سامنے پڑی ٹیبل پر رکھے تھے۔ اس نے باری باری جبریل اور عنایہ کو اس کے پاس آ کر بسکٹ لیتے دیکھا۔ جبریل نے دو بسکٹ لے کر نونو اور لویا کو دیے تھے۔ چاروں بچے ایک بار پھر فٹ بال سے کھیلنے لگے تھے۔ اس کی بیوی اب مکمل طور پر بچوں کی طرف متوجہ تھی۔ چائے کے گھونٹ لیتے ہوئے وہ اپنے کندھے پر پڑی شال سے اپنے جسم کا وہ حصہ چھپائے، جہاں ایک نئی زندگی پرورش پا رہی تھی۔ ان کے ہاں تیسرا بچہ ہونے جا رہا تھا۔ وہ فٹ بال کے پیچھے بھاگتے بچوں کو دیکھتے ہوئے وقتاً فوقتاً ہنس رہی تھی اور پھر انہیں ہدایات دینے لگتی۔

لاؤنج کی کھڑکی کے سامنے کھڑے باہر دیکھتے ہوئے وہ جیسے ایک فلم دیکھ رہا تھا۔ ایک مکمل فلم۔۔۔ اس کے ہاتھ میں پکڑی چائے ٹھنڈی ہو چکی تھی۔ ایک گہرا سانس لے کر اس نے مگ وہیں رکھ دیا۔ اس کی بیوی کا اندازہ ٹھیک تھا۔ وہ "ٹھیک" نہیں تھا۔
وہ کھڑکی کے شیشے سے باہر لان میں نظر آنے والی ایک خوش و خرم فیملی دیکھ رہا تھا۔ آئیڈیل پرفیکٹ لائف کا ایک منظر۔۔۔ اس کے بچوں کے بچپن کے قیمتی لمحے۔۔۔ اپنے اندر ایک اور ننھا وجود لیے اس کی بیوی کا مطمئن و مسرور چہرہ۔ چند پیپرز کو پھاڑ کر پھینک دینے سے یہ زندگی ایسے ہی خوب صورت رہ سکتی تھی۔ وہ ایک لمحہ کے لیے بری طرح کمزور پڑا۔ اولاد اور بیوی واقعی انسان کی آزمائش ہوتے ہیں۔ ان کے لیے جنہیں "مال" آنانے سے قاصر رہتا ہے۔ انہیں دیکھتے ہوئے وہ بھی اسی آزمائش کا شکار ہو رہا تھا۔ ایک مرد، ایک شوہر اور ایک باپ کے طور پر لان میں موجود اس کی فیملی اس کی ذمہ داری تھی۔ وہ ان سے "خون" اور "محبت" کے رشتوں سے بندھا ہوا تھا۔
ایک لمحہ کے لیے اس کی نظر بھٹک کر جبریل اور عنایہ کے ساتھ کھیلنے والی چار اور چھ سال کی ان دو سیاہ فام لاغر بچیوں پر گئی تھی۔ اس کے خوب صورت گورے بچوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے وہ اور بھی زیادہ بدصورت لگ رہی تھیں۔ ہیڈی کی وہ دونوں بیٹیاں اگر اس وقت مناسب لباس اور جوتوں میں ملبوس تھیں تو اس کی وجہ ہیڈی کا ان کے گھر کام کرنا تھا۔ ورنہ وہ کوسیے کے غریبوں کے ہزاروں بچوں کی طرح اپنا بچپن کسی بھی سہولت کے بغیر چائلڈ لیبر کے طور پر گزار رہی ہوتیں اور وہاں سے چلے جانے کے بعد ان کا مستقبل پھر کسی غیر یقینی صورت حال کا شکار ہو جاتا۔ بالکل اسی طرح، جس طرح اس مغربی استعماریت کے وہاں آ جانے سے پورا افریقہ بے یقینی اور عدم استحکام کا شکار ہو رہا تھا۔ وہ اسی مغربی استعماریت کے ایک نمائندے کے طور پر وہاں موجود تھا۔
اس نے اپنی تیس سالہ ملازمہ کو ڈرائیو وے پر کھڑے اپنی بچیوں کی کسی گیم پر تالیاں بجاتے دیکھا۔ بالکل ویسے ہی جیسے لان کے ایک کونے میں کرسی پر بیٹھی اس کی بیوی اپنے دونوں بچوں کو کھیلتے دیکھ کر خوش ہو رہی تھی۔ ہیڈی نے خود بھی "بچپن" نہیں دیکھا تھا۔ وہ پیدا ہونے کے فوراً بعد بالغ ہو گئی تھی۔ افریقہ کے نوے فیصد بچوں کی طرح جنہیں بچپن یا بقائے زندگی میں سے کوئی ایک چیز ہی مل سکتی تھی۔ بچپن بہرحال ان آپشنز میں سے تھا جو پریمیم کی لسٹ میں آتے تھے اور ایسا ہی ایک آپشن اپنے بچوں کو دینے کے لیے ہیڈی سنگل پیرنٹ کے طور پر جان توڑ محنت کر رہی تھی۔ وہ ان کے ساتھ انسانیت کے رشتے میں منسلک تھا۔
ایک لمبے عرصے کے بعد وہ پہلی بار وہاں کھڑا اپنی اولاد اور اس عورت کی اولاد کا موازنہ کر رہا تھا۔ اپنی بیوی کی زندگی اور اس عورت کی زندگی کا مقابلہ کر رہا تھا۔ حالانکہ وہ آج وہاں اس کام کے لیے نہیں کھڑا تھا۔
اس کا فون بجنے لگا تھا۔ ایک گہرا سانس لے کر اس نے کالر آئی ڈی دیکھی۔ اس کا جسم ایک لمحے کے لیے تنا تھا۔ کال ریسیو کرتے ہوئے اسے اندازہ تھا اس وقت دوسری طرف وہ کس سے بات کرنے والا تھا۔
اسے اپنی فیملی کی زندگی اور استعفیٰ میں سے ایک چیز کا انتخاب کرنا پڑا۔

8

♠

پریذیڈنٹ نے کافی کا خالی کپ واپس میز پر رکھ دیا۔ پچھلے پانچ گھنٹے میں یہ کافی کا آٹھواں کپ تھا جو اس نے پیا تھا۔ اس نے زندگی میں کبھی اتنی کافی نہیں پی تھی مگر زندگی میں کبھی اسے اس طرح کا فیصلہ بھی نہیں کرنا پڑا تھا۔
وہ between devil and the blue sea (آگے گڑھا، پیچھے کھائی) والی صورت حال سے دوچار تھا اور اپنے عہد صدارت کے ایک بہت غلط وقت پر ایسی صورت حال سے دوچار ہوا تھا۔ کانگریس کے الیکشنز سر پر تھے اور یہ فیصلہ ان الیکشنز کے نتائج پر بری طرح اثر انداز ہوتا۔ "بری طرح" کا لفظ شاید ناکافی تھا۔ اس کی پارٹی دراصل الیکشن ہار جاتی، لیکن اس فیصلہ کو نہ کرنے کے اثرات زیادہ مضر تھے۔ وہ اسے جتنا ٹال سکتا تھا۔ ٹال چکا تھا۔ جتنا کھینچ چکا تھا۔ اب بہرحال اس کے پاس ضائع کرنے کے لیے مزید وقت نہیں تھا۔ کچھ لابیز کی قوت برداشت جواب دے رہی تھی۔ کچھ پاور پلیئرز دبے لفظوں میں اپنی ناراضی اور شدید ردعمل سے اسے خبردار کر رہے تھے۔ سفارتی آفس اسے مسلسل متعلقہ ممالک سے امریکن سفارت کاروں کی تقریباً روزانہ کی بنیاد پر آنے والی کومنٹس اور کنسرنز کے بارے میں آگاہ کر رہا تھا اور خود وہ دو ہفتے کے دوران مستقل ہاٹ لائن پر رہا

تھا۔ امریکا کی بین الاقوامی پسپائی ایک الیکشن ہارنے سے زیادہ سنگین تھی مگر اس کے پاس آپشنز نہ ہونے کے برابر تھے۔ اپنی کیبنٹ کے چھ اہم ترین ممبرز کے ساتھ پانچ گھنٹے کی طویل گفت و شنید کے بعد وہ جیسے تھک کر پندرہ منٹ کا ایک وقفہ لینے پر مجبور ہو گیا تھا اور اس وقت وہ اس وقفے کے آخری کچھ منٹ گزار رہا تھا۔

ٹیبل سے کچھ پیپرز اٹھا کر وہ دوبارہ دیکھنے لگا تھا۔ وہ کیبنٹ آفس میں ہونے والی پانچ گھنٹے طویل میٹنگ کے بلٹ پوائنٹس تھے۔ اس کی کیبنٹ کے وہ چھ ممبرز دو برابر گروپس میں بٹے ہوئے دو مختلف لابیز کے ساتھ تھے۔ وہ ٹائی اس کے کاسٹنگ ووٹ سے ٹوٹنے والی تھی اور یہی چیز اسے اتنا بے بس کر رہی تھی۔ اس فیصلے کی ذمہ داری ہر حال میں اسی کے سر پر آ رہی تھی۔ یہ اس کے عہد صدارت میں ہوتا اور اس کے کاسٹنگ ووٹ سے ہوتا۔ اگر ہوتا تو۔ اور اس ذمہ داری کو وہ لاکھ کوشش کے باوجود وہ کہیں اور منتقل نہیں کر پا رہا تھا۔

اس نے ہاتھ میں پکڑے کاغذات کو ایک نظر پھر دیکھنا شروع کیا۔ وہ بلٹ پوائنٹس اس وقت اس کے لیے ملٹس کا کام کر رہے تھے۔

بریک کے آخری دو منٹ باقی تھے، جب وہ ایک فیصلے پر پہنچ گیا تھا۔ بعض دفعہ تاریخ بنانے والے کے ہاتھوں کو جکڑ کر خود کو بنواتی ہے۔

اور تاریخ 17 جنوری 2030ء کو بھی یہی کر رہی تھی۔

10

♠

وہ یخنی میں ڈوبے ہوئے روٹی کے ٹکڑے چمچے کے ساتھ اپنے باپ کو کھلا رہا تھا۔ اس کا باپ ایک لقمے کو چبانے اور نگلنے میں تقریباً دو منٹ لے رہا تھا۔ وہ ہر بار صرف اتنی ہی یخنی پیالے میں ڈالتا جس میں ایک ٹکڑا ڈوب جاتا، پھر چمچے سے اس ٹکڑے کو باپ کے منہ میں ڈالنے کے بعد وہ بے حد تحمل سے پیالے میں نیا ٹکڑا اور گرم یخنی ڈالتا۔ لقمے کے چبائے جانے تک روٹی کا نیا ٹکڑا یخنی میں پھولنے لگتا تھا۔ وہ ایک ہی وقت میں یخنی اس پیالے میں ڈالتا تو یخنی اب تک ٹھنڈی ہو چکی ہوتی۔ یخنی کا ایک پیالہ پینے میں اس کا باپ تقریباً ایک گھنٹہ لگاتا تھا۔ ٹھنڈی یخنی میں ڈوبے ہوئے روٹی کے ٹکڑے بھی وہ اسی رغبت سے کھاتا جیسے وہ ان گرم لقموں کو کھا رہا تھا۔ اس کی ذائقے کی حس آہستہ آہستہ ختم ہو رہی تھی۔ گرم اور ٹھنڈی خوراک میں تخصیص کرنا وہ کب کا چھوڑ چکا تھا۔ یہ صرف اس کی دیکھ بھال کرنے والے اس کی فیملی کے افراد تھے، جو اس تخصیص کو اس کے لیے اب بھی برقرار رکھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ اب بھی خوراک کو اس کے لیے ممکنہ حد تک ذائقہ دار بنا کر دے رہے تھے۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ اس ذائقے سے لطف اندوز ہو سکتا تھا نہ اس ذائقے کو یاد رکھ سکتا تھا۔

باپ کو کھانا کھلانے کے ساتھ ساتھ اس نے اور اس کی بیوی نے بھی وہاں بیٹھے کھانا کھایا تھا۔ وہ جب بھی یہاں آتا تھا، تینوں وقت کا کھانا باپ کے کمرے میں اسے کھلاتے ہوئے ہی کھاتا تھا اور اس کی عدم موجودگی میں یہ کام اس کی بیوی اور بچے کرتے تھے۔ ان کے گھر کا ڈائننگ روم ایک عرصے سے نہ ہونے کے برابر استعمال ہو رہا تھا۔ اس کے باپ کا بیڈ روم اس کی فیملی کے افراد کی بہت ساری سرگرمیوں کا مرکز تھا۔ یہ اس شخص کو تنہائی سے بچانے کی ایک کوشش تھی، جو پچھلے کئی سال سے بستر پر پڑا تھا اور الزائمر کی آخری اسٹیج میں داخل ہو چکا تھا۔

ٹرالی میں پڑا نیپکن اٹھا کر اس نے اپنے باپ کے ہونٹوں کے کونے سے نکلنے والی یخنی کے وہ قطرے صاف کیے جو چند لمحے پہلے نمودار ہوئے تھے۔ اس کے باپ نے خالی آنکھوں کے ساتھ اسے دیکھا جن سے وہ ہمیشہ دیکھتا تھا۔ وہ اسے کھانا کھلاتے ہوئے جواب کی توقع کیے بغیر اس سے بات کرنے کی کوشش کیا کرتا تھا۔ اس کے باپ کی خاموشی کے وقفے اب گھنٹوں پر مشتمل ہونے لگے۔ گھنٹوں کے بعد کوئی لفظ کوئی جملہ اس کے منہ سے نکلتا تھا جس کا تعلق اس کی زندگی کے کسی سال کی کسی یاد سے ہوتا تھا اور وہ سب اس جملے کو حال کے ساتھ جوڑنے کی کوشش میں لگ جاتے تھے۔

اس کا باپ یک ٹک کھانا کھلاتے اسے دیکھتا تھا۔ اب بھی دیکھ رہا تھا۔ وہ جانتا تھا اس کا باپ جیسے ایک اجنبی کا چہرہ پہچاننے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کو کھانا کھلانے کی کوئی احتیاط، کوئی محبت، کوئی لگن اس کی یادداشت پر کہیں محفوظ نہیں ہو رہی تھی۔ وہ ایک اجنبی کے ہاتھ سے کھانا کھا رہا تھا اور اس کی ختم ہوتے دماغی خلیے سارا وقت اس اجنبی کے چہرے کو کوئی نام دینے کی کوشش میں لگے رہتے تھے۔

وہ یہ بھی جانتا تھا کہ اس کے باپ کو اس کے ہاتھ سے کھایا ہوا وہ پہر کا کھانا تک یاد نہیں ہوگا۔ وہ جتنی بار اس کے کمرے میں آتا ہوگا۔ وہ اپنے باپ کے لیے ایک نیا شخص، ایک نیا چہرہ ہوگا اور صرف وہی نہیں اس کی فیملی کے تمام افراد بھی۔ اس کا باپ شاید حیران ہوتا ہوگا کہ اس کے کمرے میں بار بار نئے لوگ کیوں آتے ہیں۔ اس کا باپ اپنے گھر میں "اجنبیوں" کے ساتھ رہتا تھا۔ وہ لوگ جو اسے کھانا کھلاتے ہیں۔ باتھ روم لے کر جاتے تھے۔ نہلاتے تھے۔ کپڑے بدلتے تھے۔ باتیں کرتے تھے۔ لیکن وہ یہ سب کیوں کرتے تھے؟ اور پھر "کیوں؟" کا یہ سوال بھی اس کے ذہن کی اسکرین سے مٹ گیا یا شاید تحلیل ہو گیا۔

اس نے یخنی کا آخری چمچہ اپنے باپ کے منہ میں ڈالا۔ پھر پیالہ ٹرالی میں رکھ دیا۔ اب وہ اپنے باپ کو اسی طرح چمچے کے ساتھ پانی پلا رہا تھا۔ اس کا باپ گلاس سے گھونٹ نہیں بھر سکتا تھا۔

اس کی بیوی کچھ دیر پہلے کمرے سے اٹھ کر گئی تھی۔ اس کا سامان کچھ دیر پہلے ایئرپورٹ جا چکا تھا۔ اب باہر ایک گاڑی اس کے انتظار میں کھڑی تھی۔ جو اسے تھوڑی دیر میں ایئرپورٹ تک لے جاتی۔ اس کا اسٹاف بے صبری سے اس کمرے سے اس کی برآمدگی کا منتظر تھا۔

اس نے گلاس واپس رکھتے ہوئے بیڈ پر بیٹھ کر اپنے باپ کی گردن کے گرد پھیلایا ہوا نیپکن ہٹایا۔ پھر کچھ دیر تک وہ اپنے باپ کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر بیٹھا رہا۔ آہستہ آہستہ اس نے اپنے باپ کو اپنی روانگی کے بارے میں بتایا تھا اور اس تشکر و احسان مندی کے بارے میں جو وہ اپنے باپ کے لیے محسوس کرتا تھا اور خاص طور پر آج محسوس کر رہا تھا۔ اس کا باپ خالی نظروں سے اسے دیکھ اور سن رہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ وہ کچھ نہیں سمجھ رہا، لیکن یہ ایک رسم تھی جو وہ ہمیشہ ادا کرتا تھا۔ اس نے اپنی بات ختم کرنے کے بعد باپ کے ہاتھ چومے، پھر انہیں لٹا کر کمبل اوڑھا دیا اور کچھ دیر بے مقصد بیڈ کے پاس کھڑا اسے دیکھتا رہا تھا۔ اس کے بعد پتا نہیں وہ کب دوبارہ اپنے باپ کے پاس آنے کے قابل ہوتا۔

وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ وہ آخری کھانا تھا، جو اس نے باپ کے ساتھ کھایا تھا۔

Q

♠

اس کا ہاتھ پکڑے وہ اسے اب کسی راستے پر لے جانے لگا۔

ایک قدم۔ دوسرا قدم۔ تیسرا۔ پھر وہ ٹھٹک کر رک گئی۔ وہ ایک جھیل تھی۔ چھوٹی سی جھیل جس کے کنارے بید تھے۔ ہلکی نیلی رنگت کے شفاف پانی کی ایک جھیل۔ جس کے پانی میں وہ رنگ برنگی مچھلیاں تیرتے دیکھ سکتی تھی۔

اور اس کی تہ میں بے شمار رنگوں کے موتی۔ پتھر۔ سیپیاں۔

جھیل کے پانی پر کئی پرندے تیر رہے تھے۔ خوب صورت راج ہنس۔ جھیل کے چاروں اطراف پھول تھے اور بہت سے پھول جھیل کے پانی تک چلے گئے تھے۔ کچھ پانی کی سطح پر تیر رہے تھے۔

مگر اس کے قدموں کو ان میں سے کسی چیز نے نہیں روکا تھا۔ اس کے قدموں کو روکنے والی شے جھیل کے کنارے پر موجود لکڑی کی وہ خوب صورت چھوٹی سی کشتی تھی جو پانی میں ہلکورے لے رہی تھی۔ اس نے بے اختیار کھلکھلا کر اسے دیکھا۔

"یہ میری ہے؟" وہ مسکرا دیا۔

وہ اپنا ہاتھ چھڑا کر بچوں کی طرح بھاگتی کشتی کی طرف گئی۔ وہ اس کے پیچھے لپکا۔ اس کے پاس پہنچنے پر کشتی پانی سے کچھ باہر آگئی۔ وہ بڑی آسانی سے اس میں سوار ہوگئی۔ اسے لگا وہ کشتی صندل کی لکڑی سے بنی تھی۔ خوشبودار صندل سے۔

وہ اس کے ساتھ آکر بیٹھ گیا۔ ہوا کا ایک تیز جھونکا کشتی کو پانی میں لے گیا۔ وہ دونوں بے اختیار ہنسے۔ کشتی اب جھیل کے دوسرے کنارے کی طرف سفر کر رہی تھی۔ اس نے جھک کر پانی میں تیرتا کنول کا ایک پھول پکڑ لیا۔ پھر اسی احتیاط کے ساتھ اسے چھوڑ دیا۔

اس نے دوسری طرف جھک کر اپنے دونوں ہاتھوں کے پیالے میں جھیل کا پانی ایک چھوٹی سی رنگین مچھلی سمیت لیا اور اس کے سامنے کر دیا۔ اس کے ہاتھوں کے پیالے میں حرکت کرتی مچھلی کو دیکھ کر وہ ہنسی۔ پھر اس نے اس مچھلی کو ہاتھ سے پکڑا اور پانی میں اچھال دیا۔ وہ دونوں جھک کر اسے دیکھتے رہے۔

پانی پر تیرتا ایک ہنس کشتی کے پاس آگیا۔ پھر دوسرا۔ پھر تیسرا۔ وہ کشتی کے گرد اب جیسے ایک دائرہ سا بنا کر تیر رہے تھے۔ یوں جیسے ان کا استقبال کر رہے تھے۔ وہ پاس سے تیر کر گزرتے ہر ہنس کو اپنے ہاتھ سے چھوتی کھلکھلا رہی تھی۔ پھر یک دم اس نے جھیل کے پانی پر کنول کے پھولوں کی قطاروں کو حرکت کرتے دیکھا۔ وہ جھیل کے پانی پر تیرتے اب رقص کر رہے تھے۔ ادھر سے ادھر جاتے۔ خوب صورت شکلیں بناتے۔ پاس آتے۔ دور جاتے۔ پھر پاس آتے۔ یوں جیسے وہ یک دم ہنسوں کی طرح زندہ ہوگئے تھے۔ جھیل کے نیلے پانی پر وہ سفید کنول اپنے سبز خوب صورت پتوں کے ساتھ ہونے والی مسلسل حرکت سے پانی میں ارتعاش پیدا کر رہے تھے۔ وہ بے خود ہو رہی تھی یا بے اختیار۔ وہ بھی سمجھ نہیں پا رہی تھی۔ سمجھنا اب ضروری بھی نہیں تھا۔

جھیل کے نیلے پانی پر رقص کرتے لاتعداد خوب صورت پھولوں کے بیچ اس نے پانی میں یک دم کسی عکس کو نمودار ہوتے دیکھا۔ کشتی میں بیٹھے بیٹھے وہ چونک کر مڑی اور پھر وہ بے ساختہ کھڑی ہوگئی۔ کشتی دوسرے کنارے کے پاس آگئی تھی اور وہاں۔۔۔ وہاں۔۔۔ کچھ تھا۔

K
♠

ٹیلی اسکوپ سے اس نے ایک بار پھر اس بینکوئٹ ہال کی کھڑکی سے اندر نظر ڈالی۔ ہال میں سیکورٹی کے لوگ اپنی اپنی جگہوں پر مستعد تھے۔ کیٹرنگ اسٹاف بھی اپنی اپنی جگہ پر تھا۔ اس بینکوئٹ ہال کا داخلی دروازہ اس قد آدم کھڑکی کے بالکل سامنے تھا جس کھڑکی کے بالمقابل ساٹھ فٹ چوڑی، دو رویہ مین روڈ کے پار ایک عمارت کی تیسری منزل کے ایک اپارٹمنٹ میں وہ موجود تھا۔ اس اپارٹمنٹ کے بیڈ روم کی کھڑکی کے سامنے ایک کرسی رکھے وہ ایک جدید اسنائپر رائفل کی ٹیلی اسکوپ سائٹ سے کھڑکی کے پردے میں موجود ایک چھوٹے سے سوراخ سے اس بینکوئٹ ہال میں جھانک رہا تھا۔ بینکوئٹ ہال کا داخلی دروازہ کھلا ہوا تھا اور کوریڈور میں استقبالی قطار اپنی پوزیشن لے چکی تھی۔ اس کی گھڑی پر 9:02 بجے تھے۔ مہمان نو بج کر پندرہ منٹ پر اس کوریڈور میں داخل ہونے والا تھا اور تقریباً ایک گھنٹہ اور پندرہ منٹ وہاں گزارنے کے بعد وہ وہاں سے جانے والا تھا۔ مہمان کے اس ہوٹل میں پہنچنے سے اس کی روانگی کے بعد تک اس علاقے میں تقریباً ڈیڑھ گھنٹے کے لیے ہر طرح کا مواصلاتی رابطہ جام ہونے والا تھا۔ یہ سیکورٹی کے ہائی الرٹ کی وجہ سے تھا۔ ڈیڑھ گھنٹے کے لیے وہاں سیل فون اور متعلقہ کوئی ایجنسز کام نہیں کرسکتی تھی۔ لیکن وہ ایک پروفیشنل ہٹ مین تھا۔ اس سے پہلے بھی اسی طرح کے ہائی الرٹس میں کامیابی سے کام کرتا رہا تھا۔ اس کو ہائر کرنے کی وجہ بھی اس کی کامیابی کا تناسب تھا جو تقریباً نوے فیصد تھا۔ وہ صرف دو لوگوں کو مارنے میں ناکام رہا تھا اور اس کی وجہ اس کے نزدیک اس کی بری قسمت تھی۔ پہلی بار اس کی رائفل لاسٹ سیکنڈز میں اس اسٹینڈ سے ہل گئی تھی جس پر وہ رکھی تھی اور دوسری بار۔۔۔ خیر دوسری بار کا قصہ طویل تھا۔

وہ پچھلے دو مہینے سے اس اپارٹمنٹ میں رہ رہا تھا۔ اس دن سے تقریباً ایک مہینہ پہلے سے جب یہ ہوٹل اس بینکوئٹ کے لیے مختص کیا گیا تھا۔ جنہوں نے اسے اس اہم کام پر مامور کیا تھا۔ اس تقریب کے لیے اس ہوٹل اور ہوٹل کے اس بینکوئٹ ہال کا انتخاب کرنے والے بھی وہی تھے۔

اس مہمان کو ختم کرنے کا فیصلہ چار ماہ پہلے ہوا تھا۔ وقت، جگہ اور قاتل کا انتخاب بے حد ماہرانہ طریقے سے بڑے غور و خوض کے بعد کیا گیا تھا۔ اس مہمان کے سال کی مکمل مصروفیات کے شیڈول میں سے مقام، ملک اور ممکنہ قاتلوں کے نام شارٹ لسٹ کیے گئے تھے۔ پھر ہر جگہ اور تاریخ پر ہونے والے اس حادثے کے اثرات پر سیر حاصل بحث کی گئی تھی۔ فوری اثرات اور اس سے نمٹنے کی حکمت عملی پر بات کی گئی تھی۔ ممکنہ ردعمل کے نقصانات سے بچنے کے لیے منصوبے تیار کیے گئے تھے۔ ایک قاتلانہ حملے کے ناکام ہوجانے کی صورت میں ہونے والے ممکنہ ردعمل اور نقصانات پر غور کیا گیا تھا اور ہر میٹنگ کے بعد "کام" کی جگہیں اور تاریخیں بدلتی رہی تھیں، لیکن قاتل ایک ہی رہا تھا۔ کیونکہ وہ موزوں ترین تھا۔

اس شہر میں اس تاریخ پر اس تقریب کے لیے سیکورٹی کی وجوہات کے باعث تین مختلف ہوٹلز کا نام لسٹ میں رکھا گیا تھا، لیکن اسے ہائر کرنے والے جانتے تھے کہ تقریب کہاں ہوگی۔

اس کو دو ماہ پہلے ہی اس اپارٹمنٹ میں رہائش پذیر ستائیس سالہ لڑکی سے دوستی کرنے کے لیے کہا گیا تھا۔ اس لڑکی کے چار سالہ پرانے بوائے فرینڈ سے بریک اپ کے لیے ایک پروفیشنل کال گرل کا استعمال کیا گیا تھا جو اس کے کار ڈیلر بوائے فرینڈ سے ایک کار خریدنے کے بہانے ملی تھی اور اسے ایک ڈرنک کی آفر کرکے ایک موٹل لے گئی تھی۔

اس کال گرل کے ساتھ گزارے ہوئے وقت کی ریکارڈنگ دوسرے دن اس لڑکی کو میل میں موصول ہوگئی تھی۔ اس کا بوائے فرینڈ نشے میں تھا اسے پھنسایا گیا تھا۔ اور یہ سب ایک غلطی تھی، لیکن اس کے بوائے فرینڈ کی کوئی تاویل، اس کے غصے اور رنج کو کم نہیں کرسکی تھی۔ اس کی گرل فرینڈ کے لیے یہ بات اس لیے بھی زیادہ تکلیف دہ تھی۔ زیادہ ناقابل برداشت تھی کیونکہ وہ تین ہفتے بعد شادی کرنے والے تھے۔ اس نے اپنے بوائے فرینڈ کا سامان گھر کے دروازے سے باہر نہیں پھینکا تھا۔ اسے اپارٹمنٹ کی کھڑکی سے باہر پھینکا تھا۔ سڑک پر بکھرے سامان کو اکٹھا کرتے ہوئے خود کو اور اس کال گرل کو کوستے ہوئے بھی اس کا بوائے فرینڈ یہ سوچ رہا تھا کہ چند ہفتوں میں اس کا غصہ ٹھنڈا ہوجائے گا اور وہ دونوں دوبارہ اکٹھے ہوجائیں گے۔ جنہوں نے ان کا تعلق ختم کروایا تھا۔ انہیں اس بات کا اندیشہ بھی تھا۔ چنانچہ معاملات کو پوائنٹ آف نو ریٹرن تک پہنچانے کے لیے اس لڑکے کے کمپیوٹر کو ہیک کیا گیا تھا۔ اس کی اور اس کی گرل فرینڈ کی بے حد قابل اعتراض تصویروں کو اس کی ای میل آئی ڈی کے ساتھ بہت ساری ویب سائٹس پر اپ لوڈ کردیا گیا تھا۔

یہ جیسے تابوت میں آخری کیل تھی۔ اس لڑکی نے اپنے بوائے فرینڈ کی ای میل آئی ڈی سے بھیجا ہوا پیغام پڑھا تھا۔ جس میں لکھا تھا کہ اس نے اپنے بریک اپ کے بعد اس کی ساری پکچرز کو قابل اعتراض ویب سائٹس پر اپ لوڈ کردیا ہے۔ اس کی گرل فرینڈ نے پہلے وہ لنکس وزٹ کیے تھے۔ پھر اپنے بوائے فرینڈ کی اس کال گرل کے ساتھ ویڈیو کو اپ لوڈ کیا تھا اور اس کے بعد اپنے سابقہ بوائے فرینڈ کو اس کے شوروم میں جا کر اس کے کسٹمرز کے

سامنے اس وقت پیا تھا جب وہ انہیں ایک جدید ماڈل کی گاڑی تقریباً" بیچنے میں کامیاب ہو چکا تھا۔
" Happy families drive this car "اس نے تقریباً چھپن بار یہ جملہ اس جوڑے کے سامنے دہرایا تھا جو ٹیسٹ ڈرائیو کے لیے وہاں موجود تھے اور اس کے ساتھ اس نے ایک سو چھپن بار یہ جھوٹ بھی بولا تھا کہ کس طرح خود بھی اس کار کو ذاتی استعمال میں رکھنے کی وجہ سے اس کا اور اس کی گرل فرینڈ کا ریلیشن شپ مضبوط ہوا تھا۔ اس کے بوائے فرینڈ کو مار کھانے پر اتنا شاک نہیں لگا تھا۔ چار سالہ کورٹ شپ میں وہ اپنی گرل فرینڈ کے ہاتھوں اس شہر کی تقریباً" ہر مشہور پبلک پیلس پر پٹ چکا تھا اور یہ تو بہر حال اس کا اپنا شوروم تھا۔ جتنا اسے اپنی گرل فرینڈ کے الزام سن کر شاک لگا تھا۔
اس کے چیخنے چلانے اور صفائیاں دینے کے باوجود اس کی گرل فرینڈ کو یقین تھا کہ اس نے شراب کے نشے میں یہ حرکت کی ہوگی۔ ورنہ اس کی ذاتی لیپ ٹاپ میں موجود تصویریں اس کے ای میل ایڈریس کے ساتھ کون اپ لوڈ کر سکتا تھا۔
اس بریک اپ کے ایک ہفتے کے بعد وہ نائٹ کلب میں اس سے ملا تھا۔ چند دن ان کی ملاقاتیں اسی بے مقصد انداز میں ہوتی رہی تھیں۔ وہ میڈیکل ٹیکنیشن تھی اور اس نے اپنا تعارف پینٹر کے طور پر کروایا تھا۔ وہ ہر بار اس لڑکی کی ڈرنکس کی قیمت خود ادا کرتا رہا تھا۔ چند دن کی ملاقاتوں کے بعد اس نے اسے گھر پہ مدعو کیا تھا اور اس کے بعد وہاں اس کا آنا جانا زیادہ ہونے لگا تھا۔ وہ اس بلڈنگ کے افراد کو ایک ریگولر وزیٹر کا تاثر دینا چاہتا تھا اور دو ماہ کے اس عرصے میں وہ اس اپارٹمنٹ کی دوسری چابی بنوا چکا تھا اور ایک ہفتہ پہلے وہ اس لڑکی کی عدم موجودگی میں اس کے اپارٹمنٹ پر وہ سنائپر رائفل اور کچھ دوسری چیزیں بھی منتقل کر چکا تھا۔ وہ جانتا تھا اس تقریب سے ایک ہفتہ پہلے اس علاقے کی تمام عمارتوں پر سیکورٹی چیک ہوگا۔ وہ تب ایسا کوئی بیگ اسکریننگ کے بغیر عمارت میں منتقل نہیں کر سکے گا اور اس وقت بھی اس علاقے کی تمام بلڈنگز بے حد ٹائٹ سیکورٹی میں تھیں۔ وہ ایک ریگولر وزیٹر نہ ہوتا تو اس وقت اس بلڈنگ میں داخل نہیں ہو سکتا تھا۔
اس بلڈنگ سے پچاس میل دور اس کی گرل فرینڈ کو اسپتال میں کسی ایمرجنسی کی وجہ سے روک لیا گیا تھا۔ ورنہ اس وقت وہ اپنے اپارٹمنٹ پر ہوتی۔ پارکنگ میں کھڑی اس کی کار کے چاروں ٹائر پنکچر تھے اور اگر وہ ان دونوں چیزوں سے کسی نہ کسی طرح بچ کر پھر بھی گھر روانہ ہو جاتی تو راستے میں اس کو چیک کرنے کے لیے کچھ اور بھی انتظامات کیے گئے تھے۔
نو بج کر تیرہ منٹ ہو رہے تھے۔ وہ اپنی رائفل کے ساتھ مہمان کے استقبال کے لیے بالکل تیار تھا۔ جس کھڑکی کے سامنے وہ تھا ہوٹل کے اس بینکوئٹ ہال کی وہ کھڑکی بلٹ پروف شیشے کی بنی تھی۔ ڈبل گلیزڈ بلٹ پروف شیشہ۔ یہی وجہ تھی کہ ان ونڈوز کے سامنے کوئی سیکورٹی اہلکار تعینات نہیں تھے۔ تعینات ہوتے تو اسے نشانہ باندھنے میں یقیناً" دقت ہوتی' لیکن اس وقت اسے پہلی بار یہ محسوس ہو رہا تھا کہ اسے اس سے پہلے کسی کو مارنے کے لیے اتنی جامع سہولیات نہیں ملی تھیں۔ مہمان کو کوریڈور میں چلتے ہوئے آنا تھا۔ ایلویٹر سے نکل کر کوریڈور میں چلتے ہوئے بینکوئٹ ہال کے داخلی دروازے تک اس مہمان کو شوٹ کرنے کے لیے اس کے پاس پورے دو منٹ کا وقت تھا۔ ایک بار وہ بینکوئٹ ہال میں اپنی ٹیبل کی طرف چلا جاتا تو اس کی نظروں سے او جھل ہو جاتا' لیکن دو منٹ کا وقت اس جیسے پروفیشنل کے لیے دو گھنٹے کے برابر تھا۔
اس بینکوئٹ ہال کی تمام کھڑکیاں بلٹ پروف تھیں۔ صرف اس کھڑکی کے سوا جس کے سامنے وہ تھا۔ تین ہفتے پہلے بظاہر ایک اتفاقی حادثے میں اس کھڑکی کا شیشہ توڑا گیا تھا۔ اسے تبدیل کروانے میں ایک ہفتہ لگا تھا اور تبدیل کیا جانے والا شیشہ ناقص تھا۔ یہ صرف وہی لوگ جانتے تھے جنہوں نے یہ سارا منصوبہ بنایا تھا۔ اسٹیج تیار تھا اور اس پر وہ فنکار آنے والا تھا جس کے لیے یہ ڈراما کھیلا جا رہا تھا۔
(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)
www.urdunovelspdf.com